بارہ ربیع الاول

اور

عید میلاد النبی

کی شرعی حیثیت

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

انتخاب و ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ، لکھنؤ

بارہ ربیع الاول

اور

عید میلاد النبی

کی شرعی حیثیت

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

انتخاب و ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ، لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب —— ۱۲ ربیع الاول اور عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت
افادات —— حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
مرتب —— مفتی محمد زید مظاہری ندوی
صفحات —— ۱۲۰
ناشر —— ادارہ افادات اشرفیہ ہتورا باندہ
اشاعت اول —— ۱۴۱۹ھ
خوش نویس —— محمد نسیم القاسمی سیتاپوری ——
—— قیمت —— ——

ملنے کے پتے

۱ —— ادارہ افادات اشرفیہ ہتھورا باندہ یوپی ۲۱۰۰۰۱
۲ مکتبہ نعیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی ۲۴۷۵۵۴
۳ —— مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر یوپی
۴ —— مجلس دعوت الحق ہردوئی یوپی
۵ —— حاجی مختار احمد صدیقی ہمدرد بکڈپو پکھرایاں ضلع کانپور
پن ۲۰۹۱۱۱

فہرست مضامین

عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت

عنوانات	صفحہ
تقاریظ و عرض مرتب	
باب ۱	
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	۱۴
اول ما خلق اللہ نوری	۱۵
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر کیوں ہے	۱۶
حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت	〃
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشفقت	〃
باب ۲	
ربیع الاول کی فضیلت	۱۸
ربیع الاول کی فضیلت پہلے سے تھی یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سبب سے ہوئی	۱۹
ماہ ربیع الاول زیادہ افضل ہے یا رمضان المبارک	۲۰
ربیع الاول میں خصوصیت کے ساتھ کوئی عبادت ثابت نہیں	۲۲
ماہ ربیع الاول میں خصوصیت کے ساتھ مجالس منعقد کرنا	۲۳
ربیع الاول میں تقریب کا اہتمام	〃
حضرت تھانویؒ کے ربیع الاول میں وعظ فرمانے کی وجہ	۲۴
باب ۳	
اس امت پر سب سے بڑا احسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے	۲۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف	

عنوانات — صفحات

نہ لاتے تو ہم بالکل محروم رہتے ۲۸
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت پر شکریہ اور اس پر فرحت ضروری ہے ۳۰
آیت کی تفسیر ۳۲
اس عظیم نعمت پر خوشی کا طریقہ ۳۳
اس نعمت پر خوشی کا صحیح طریقہ ۳۴
ہم پر یہ بہتان ہے کہ ہم ذکر ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کرتے ہیں ۳۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ہم زیادہ خوشی کا حق ادا کرتے ہیں ۳۷
انصاف کی بات، حد سے تجاوز کرنا ہر عبادت میں ۳۸
ممنوع ہے

باب (۴)

ذکر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۴۱
محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ذکر خیر کیا جائے 〃
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کا ذکر عبادت ہے ۴۲
محبت کا تقاضا ۴۴
ایک حکایت 〃
سچی محبت کی علامت ۴۵
محبت میں دکھلاوا نہیں ہوتا 〃
خود آپ کا فرمان ہے جس نے میری اطاعت کی اس نے مجھ سے محبت کی ۴۶
بغیر اطاعت کے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے 〃
حُبِّ رسول کا تقاضا اور ہمارے دل کا چور ۴۷
خوشی منانے، مٹھائیاں تقسیم کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۵۰

عنوانات — صفحات

کا حق ادا نہیں ہوتا

باب (۵)

بارہ ربیع الاول کی سجاوٹ ۵۲
مسلمانوں کی بے حسی
عید میلاد النبی کی جدت پسندی اور اس کا سیاسی رنگ ۵۳
ربیع الاول کے منکرات اور علماء اہلِ سنت والجماعت ۵۶

باب (۶)

عید میلاد النبی کی رسم ۵۷
عید میلاد النبی کی ایجاد 〃
عید میلاد النبی شرعی دلائل کی روشنی میں ۵۸
بدعت کی پہچان ۵۹
سنت و بدعت کا شرعی ضابطہ جس سے ہر عمل کے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سنت ہے یا بدعت ۶۰
ایجاد کردہ چیزوں کی پہلی قسم 〃
ایجاد کردہ چیزوں کی دوسری قسم ۶۲
عید منانا ایک شرعی حکم ہے ۶۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن منانا مذہبی خوشی ہے ۶۴
شریعت میں صرف دو عیدیں ہیں تیسری کوئی عید نہیں ۶۵

باب (۷)

عید میلاد النبی کا شرعی حکم کتابُ اللہ کی روشنی میں ۶۷
عید میلاد النبی کا حکم احادیث نبویہ کی روشنی میں ۶۸
پہلی حدیث 〃
دوسری حدیث ۶۹
تیسری حدیث ۷۰
چوتھی حدیث ۷۲
عید میلاد النبی کی ممانعت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے 〃
عید میلاد النبی اور اجماعِ امت ۷۵
عید میلاد النبی قیاس اور اجتہاد ۷۶

عنوانات	صفحات
کی روشنی میں	
ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ	۷۷
عید میلاد النبی اصول فقہ کی روشنی میں	〃
عید میلاد النبی عقلی دلائل کی روشنی میں	۷۹
الہامی دلیل	۸۱
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ اور برتھ ڈے منانا آپ کی توہین ہے	۸۳

باب (۸)

عنوانات	صفحات
عید میلاد النبی کے قائلینِ جواز کے دلائل اور ان کا تحقیقی جواب	۸۴
اہل بدعت سے گفتگو کا طریقہ	〃
کسی آیت و حدیث سے مروجہ عید میلاد النبی کا استدلال درست نہیں	۸۵
ایک آیت سے استدلال اور اس کا جواب	۸۵
آیت مائدہ سے استدلال اور اس کا جواب	۸۶
ایک اور آیت سے استدلال اور اس کا جواب	۸۸
ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب	۹۰
ایک اور حدیث سے سے غلط استدلال اور اس کا جواب	۹۲
یوم پیدائش بارہ ربیع الاول اور پیر کے دن روزہ رکھنا	۹۳
ابولہب کے قصہ سے استدلال اور اس کا جواب	۹۴
عیسیٰ علیہ السلام کے قصۂ ولادت سے استدلال اور اسکا جواب	۹۶
مصلحت کے بہانہ سے بدعت کا ارتکاب جائز نہیں	۹۷

باب (۹)

عنوانات	صفحات
شوکت اسلام کا شبہ	۹۹
عید میلاد النبی بدعت اور شرک فی النبوۃ ہے	〃

عنوانات	صفحات
اسلام کی شوکت اسلامی احکام سے ہے	۱۰۰
اسلام کو عارضی شوکت کی ضرورت نہیں	۱۰۱
اسلام کی سادگی ہی اسلام کا کمال ہے	۱۰۲
اسلاف کا طرزِ عمل	۱۰۳

باب (۱۰)

عنوانات	صفحات
عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۵
تمام مخلوق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل سب سے برتر ہیں	〃
زمین کا وہ حصہ جو آپ کے جسم مبارک سے متصل ہے عرش الٰہی سے افضل ہے	۱۰۶
ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ	۱۰۷
جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مخلوق کے برابر قرار دے وہ کافر و ملعون ہے	〃
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے بشر پر قیاس کر کے تنقیص کرنا کفر ہے	۱۰۸
شانِ رسالت و عبدیت سے بڑھانا بھی کفر ہے	〃
آپ کا فرمان ہے کہ مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ اور میری تعریف میں غلو نہ کرو	〃
حضور کی عظمت و شفقت	۱۰۹
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ اخوۃ و ہمدردی	۱۱۰

باب (۱۱)

عنوانات	صفحات
حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۲
محبت کے تین اسباب	〃
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں	۱۱۳
حقوق کی تفصیل	۱۱۴
محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اطاعت کی جائے	۱۱۶
تبرکات کی زیارت	۱۱۷

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہ العالی ناظم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔

حکیم الامت حضرت مولانا و مقتدانا الشاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بزمانہ طالبعلمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگا لیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہو کر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام و خاص ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ "قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید"

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات و ارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ حضرت کے علوم و معارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندو پاک میں کام ہو رہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ، مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی، اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی تین درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہٗ
خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ و فی افادتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات و ارشادات اور تحقیقات و نظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم و افادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جا رہا ہے....

ان خصوصیات اور افادیت کی بناء پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پا رہا ہے اطال اللہ بقائہ و عمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی ۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

ماہنامہ البلاغ کا تبصرہ

جلد ۲۹	شمارہ ۸	۱۴۱۵ھ	مطابق	جنوری ۱۹۹۵ء

زیرادارت: حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ، دارالعلوم کراچی پاکستان

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعد دین کے مختلف شعبوں سے متعلق اس قدر مفصل اور جامع تصانیف، مواعظ اور ملفوظات چھوڑے ہیں کہ جس کی مثال پچھلے دور میں کم ہی نظر آتی ہے، اگر کوئی شخص ذرا سی توجہ کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے تو دین اسلام کی ساری تفصیلات اس کے سامنے آجاتی ہیں، دین کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہیں رہتا" اور اس کے بعد عصر حاضر کی کوئی گمراہی بفضلِ خداوندی ایسے شخص پر اثر انداز نہیں ہوپاتی بلکہ وہ بے شمار افراد کو بھی گمراہی سے بآسانی نکال لیتا ہے۔

حضرت تھانوی کے وصال کے بعد سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف، مواعظ اور ملفوظات پر مسلسل کام ہو رہا ہے اور اس سلسلہ میں ایک بڑا کتبخانہ بحمدللہ وجود میں آچکا ہے اور یہ سلسلہ اب دن بدن روزافزوں ہے۔

جو حضرات اس سلسلہ میں کام کر رہے ہیں ان میں علما، فقہا، صوفیا، مفکرین، پروفیسر، مؤرخین حتیٰ کہ ماہرین نغیات تک شامل ہیں مگر ان میں آج کل "محترم جناب مولانا مفتی محمد زید صاحب استاذ جامعہ عربیہ ہتورا باندہ، یوپی، انڈیا" کا نام سرفہرست ہے انھوں نے بڑی عرق ریزی اور وسیع مطالعہ کے بعد اہم علمی اور دینی موضوعات پر حضرت کے علوم کو حسن ترتیب کے ساتھ مرتب کرنے کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے — جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً۔

ابوحماد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

صبح سے شام تک پانچ وقت کی نمازوں میں کم وبیش آپ چالیس پچاس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے ہوں گے جس میں رب العالمین سے صراط مستقیم پر قائم رہنے اور مغضوب علیہم ولا الضآلین کے طریق سے بچنے کی دعا، مانگی جاتی ہے کیا آپ کو معلوم ہے کہ مغضوب علیہم اور ضآلین کا مصداق کون لوگ ہیں اور ان کی گمراہی کس نوع کی تھی ؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ مغضوب سے مراد یہود اور ضآلین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ یہود کی گمراہی تو یہ تھی کہ وہ علم وفہم کے باوجود دانستہ طور پر گمراہی کو اختیار کیئے ہوئے تھے اور آیات بیّنات میں طرح طرح کی تحریفات وتاویلات کیا کرتے تھے۔ اور نصاریٰ کی گمراہی یہ تھی کہ وہ ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے بے دینی کی باتوں کو دین سمجھ کر اور اپنے نبی کی عظمت ومحبت میں غلو کا شکار ہو کر ایسی ایسی خرافات میں مبتلا ہو گئے جس کا دین وشریعت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

علماء نے لکھا ہے کہ گمراہی کی اصل اور بنیاد یہی دو امر ہیں یا تو جانتے ہوئے قصداً گمراہی کو اختیار کرنا، یا عدم علم اور جہالت کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہونا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امّت کی طرف سے دونوں قسم کی گمراہیوں کا خطرہ تھا چنانچہ آپ نے اس سے امّت کو آگاہ فرمایا، ایک طرف تو علماء سوء کی مذمت فرمائی جو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی لوگوں کو گمراہی سے

منع نہیں کرتے بلکہ خوف یا لالچ کی وجہ سے خود اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف امّت کو آپ نے یہ ہدایت فرمائی کہ خبردار نصاریٰ کی طرح تم لوگ مجھ کو اتنا نہ بڑھا دینا جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تک پہونچا دیا، اور اپنے پیغمبر کے نام پر ان کی یادگار منانے میں طرح طرح کی خرافات میں مبتلا ہو گئے۔

جن گمراہیوں اور فتنوں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امّت کو بچانا چاہا تھا بدقسمتی سے امّت اسی میں مبتلا ہو گئی۔ چنانچہ نصاریٰ کی طرح یہ امّت بھی اپنے پیغمبر کے نام پر اور آپ کی یادگار منانے میں خصوصاً ۱۲؍ ربیع الاول کے موقع پر وہ وہ خرافات کرنے لگی کہ العیاذ باللہ۔ جن جن باتوں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امّت کو منع فرمایا تھا اور جن بداخلاقیوں اور گمراہیوں کو مٹانے کے لیے آپ دنیا میں تشریف لائے تھے افسوس کہ دین اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر وہ سب کام کئے جانے لگے۔

کتنی موٹی اور آسان سی بات ہے کوئی عمل کتنے ہی خلوص و محبت سے دین کی نسبت پر یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا جائے وہ ہرگز ہرگز بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ شریعت سنت سے ثابت نہ ہو، بلکہ وہ عمل مردود ہوگا اور ساری کوشش رائیگاں جائے گی۔

بدقسمتی سے ہر زمانہ میں یہود و نصاریٰ کی دونوں قسم کی گمراہ جماعتیں رہی ہیں، علمائے سوء نے تو محض رغبت و رہبت، لالچ اور خوف کی وجہ سے گمراہی کو اختیار کیا اور علم سے ناواقف سیدھے سادے مسلمان نصاریٰ کی گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن ہر زمانہ میں دونوں گمراہ فرقوں کی اصلاح کے لئے اللہ نے مصلحینِ امّت پیدا فرمائے۔ چنانچہ ۱۲؍ ربیع الاول کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہونے والی گمراہیوں اور طرح طرح کی خرافات کی مصلحین امت نے اصلاح فرمائی۔ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن الحاج مالکی۔ وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ کی تحریرات اس پر شاہد ہیں۔ اخیر زمانہ میں محقق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲؍ ربیع الاول کے موقع پر عید میلاد النبی کے نام سے ہونے والی گمراہیوں کی اصلاح اپنی تصنیفات اور مواعظ و ملفوظات میں محققانہ انداز سے فرمائی ہے، علمائے سوء کے فاسد استدلالات اور تاویلات و تحریفات کا جواب دیا ہے اور عوام النّاس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں عام فہم زبان میں سمجھایا ہے لیکن حضرت تھانوی رحؒ کا یہ کلام مختلف کتابوں اور مواعظ میں منتشر تھا، چونکہ اس وقت امّت میں یہ گمراہی عروج پر ہے اور دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے، عوام کی طرح خواص بھی اس میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اس لیے ضرورت کے تحت احقر نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ کے جملہ منتشر مضامین کو یکجا مرتب کر دیا جو رسالہ کی شکل میں آپ کے ہاتھ میں ہے، شریعت و سنت کے پابند اور انصاف پسند کے لیئے یہ رسالہ انشاء اللہ کافی و وافی ہوگا، اور نہ ماننے والے کے لئے سیکڑوں رسالے بے سود ہیں۔ بحث و مباحثہ و مجادلہ سے کوئی فائدہ نہیں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

محمد زید مظاہری ندوی
جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ
۱۵؍ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

باب ۱ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

(۱) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا، کا ارتکاب ہو گیا (یعنی ایک غلطی ہو گئی) تو انھوں نے جناب باری تعالےٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجئے۔ سو حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔ حالانکہ ابھی ہم نے ان کو پیدا ابھی نہیں کیا ؟ عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور روح میرے اندر پھونکی ، تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے سمجھ لیا کہ آپ نے اپنے پاک نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالےٰ نے فرمایا، آدم تم سچے ہو، واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے دعا کی درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی، اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(روایت کیا اس کو بیہقی نے اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی ہے اور طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے)

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۱۱)

(۲) حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

فائدہ:۔ اس سے آپ کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوتا ہے۔ (نشر الطیب ص۱۱)

اوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبدُاللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو بتلایئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالےٰ نے کون سی چیز پیدا کی ؟ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا، سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھی اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی، اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالےٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصہ کیے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے نور محمّدی کا اول الخلق (یعنی سب سے پہلے پیدا ہونا) ثابت ہوا۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالےٰ کے نزدیک خاتم النبیین (اس وقت) ہو چکا تھا (جب کہ) آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا [روایت کیا اسکو احمد اور بیہقی اور حاکم نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنۃ سے بھی یہی حدیث مذکور ہے۔ نشر الطیب ص۵، ۶ حسن العزیز ج۲۲۸/۳۲۰]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیاء پر کیوں ہے

ابو سہل قطان کی امالی کے ایک جزء میں سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم یعنی سب انبیاء پر فضیلت کیسے ہوگئی۔ حالانکہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے انھوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالے نے بنی آدم سے یعنی انکی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو عالم میثاق میں نکالا اور ان سب سے یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ تو سب سے پہلے جواب میں بلی (کیوں نہیں) محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ اسی وجہ سے آپ کو سب انبیاء پر تقدم (یعنی فضیلت حاصل) ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۷)

فائدة: حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر فضیلت کے اس کے علاوہ بھی مختلف اسباب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص پورا ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والد سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ۔

(روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

۲۔ عبداللہ بن ہشام کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ایمان دار نہ ہوگے جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے زیادہ محبت نہ رکھوگے۔ (بخاری)

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ سے محبت رکھو، اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ کو مجھ سے محبت ہے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

اے مسلمانو! یہ سب دولتیں اور نعمتیں جس ذات کی برکت سے نصیب ہوئیں اگر ان سے محبت نہ کروگے تو کس سے کروگے۔ ایسی مفت کی دولت جس میں نہ محنت نہ مشقت کہاں نصیب ہوتی ہے اسکو ہاتھ سے مت دینا، اپنی رگ رگ میں اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق سما لینا اور رچا لینا۔

خدا اور رسول سے محبت رکھنے والے پر لعنت کی اجازت نہیں دی گئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو شراب نوشی میں سزا دی تھی ایک دفعہ پھر اس کو لایا گیا اور سزا دی گئی۔ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ اس پر لعنت کر کس کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو، یہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے)

(حیوۃ المسلمین ص۸۷ روح چہارم)

باب ۲

ربیع الاوّل کی فضیلت

اس ماہ مبارک کی یہ فضیلت کافی ہے کہ یہ زمانہ حضور پُر نور سید بنی آدم فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا زمانہ ہے۔[1]

ہم اس ماہ کی فضیلت کے منکر نہیں، فضیلت اس میں ضرور ہے۔ اگر اس میں فضیلت نہ ہوتی، تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں پیدا کیے جاتے[2]

جس زمانہ میں آپ کی ولادت ہوئی ہو وہ مہینہ ایسا نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس میں شرف نہ آئے جیسے کہ ولادت شریفہ کا مکان اسی وجہ سے معظم ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت (یعنی پیدائش کی جگہ) ہے چنانچہ آج تک وہ موضع شریف محفوظ ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ زمانہ بھی شریف ہوگا جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔[1]

---

[1] زوال السنہ عن اعمال السنہ ص ۶ ، [2] وعظ النور ص ۳۲ ۔

جیسے جمعہ (کا دن تمام دنوں کا سردار اور سب سے افضل دن ہے کیونکہ اس دن) میں حضرت آدم علیہ السلام کے تین واقعے ہیں، ایسا ہی یہاں بھی (ربیع الاول میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے) تین واقعے ہیں۔ ایک آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ولادت شریفہ کہ بالاتفاق اسی ماہ میں ہے جو آدم علیہ السلام کی ولادت کے مشابہ ہے۔ اور دوسرے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت (اور نبوت ملنے کا واقعہ) بعض روایات کے مطابق (اسی ماہ میں ہوا) جو آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہونے کے مشابہ ہے۔ اور تیسرا واقعہ وفات شریف کا ہے جو اسی ماہ میں ہوا، جو آدم علیہ السلام کے واقعہ ہبوط (زمین میں اترنے) کے مشابہ تھا۔[2]

ربیع الاول کو فضیلت پہلے سے تھی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس میں فضیلت آگئی

اس مہینہ کو فضیلت حاصل ہے خواہ وہ فضیلت اس طرح ہو کہ اس ماہ کو پہلے سے فضیلت عطا ہوگئی تھی اور اس ماہ کے فضیلت والا ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے لیے اس کو خاص فرمایا اور اسی طرح دوشنبہ کے دن میں فضیلت پہلے سے ہو، اور ان دونوں کے فضیلت والا ہونے کی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس میں پیدا کیا گیا ہو، جیسے جمعہ میں فضیلت پیدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو اس میں پیدا کیا گیا۔

---

[1] الظہور ص ۶۵ ، [2] النور ص ۲۳ ۔

اور خواہ وہ فضیلت (اس ماہ کی) اس طرح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ اس میں ہوئی ہے، اس تلبس (و تعلق اور نسبت کی وجہ) سے اس کو فضیلت حاصل ہوگئی ہے۔

اور ایسا ہی احتمال جمعہ میں بھی ہے کہ خود ولادت آدم علیہ السلام اور دیگر واقعات سے اس میں فضیلت آگئی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے سے فضیلت ثابت ہو، اور ان واقعات کو علامت کے طور پر ذکر فرمایا ہو۔

اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ (کہ اس دن میں پیدا کیا گیا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل کیا گیا) اس میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ چونکہ میری ولادت اور بعثت سے اس میں فضیلت آگئی ہے اس لیئے روزہ رکھتا ہوں یا یہ کہ یہ دن پہلے سے فضیلت کا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ اس فضیلت سابقہ کی وجہ سے روزہ رکھتا ہوں، تو دونوں احتمال دونوں جگہ ہیں، اور فضیلت کے ثبوت میں دونوں مفید ہیں خواہ وہ فضیلت سبب ہو یا مسبّب یعنی یہ اس کی فضیلت کا سبب ہو یا وہ اس کی فضیلت کی علامت ہو، دونوں میں کچھ مضائقہ نہیں۔[1]

ماہ ربیع الاول زیادہ افضل ہے یا رمضان المبارک

اس ماہ ربیع الاول کی ایسی فضیلت و منقبت ہے جو بعض حیثیتوں سے تمام مہینوں کی فضیلت پر بڑھی ہوئی ہے اور "بعض حیثیتوں" سے اس لیے میں نے کہا کہ رمضان المبارک کی فضیلت تو حق تعالےٰ نے بھی بیان فرمائی ہے، اور ماہ ربیع الاول کی فضیلت (حق تعالےٰ نے) بتلائی نہیں بلکہ صرف بنائی ہے، پس رمضان المبارک کی فضیلت تو بنائی بھی ہے اور بتلائی بھی ہے اور ربیع الاول کی صرف بنائی ہے، بتائی نہیں، تو جس کی فضیلت بتائی بھی اور بنائی بھی وہ افضل ہے، اس ماہ سے جس کی فضیلت صرف بنائی ہو اور بتائی نہ ہو، اسی لیے میں نے کہا کہ بعض حیثیت سے یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے اور وہ حیثیت یہی ہے کہ اس ماہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، پس خاص اس حیثیت سے اس کو رمضان پر بھی فضیلت ہے۔

اور اگر نظر کو زیادہ وسیع کیا جائے تو رمضان المبارک کو اس حیثیت سے بھی ربیع الاول پر معنیً فضیلت ہو سکتی ہے اس لیے کہ ربیع الاول میں یہ شرف کہاں سے آیا؟ آپ کی ولادت شریفہ کا ظرف ہونے سے، اور رمضان المبارک میں شرف کیوں؟ آپ کی عبادت شریفہ کا ظرف ہونے سے پس ربیع الاول شریف تو ولادت شریفہ کا ظرف ہے اور رمضان المبارک عبادت مبارک کا ظرف ہوا، اور ظاہر ہے کہ حضور کی عبادت آپ کی ولادت سے افضل ہے اس لیے کہ ولادت (پیدائش) سے مقصود اور اس کی غایت عبادت ہی ہے، پس عبادت شریفہ کا ظرف ولادت شریفہ کے ظرف سے افضل ہوا۔ لیکن تاہم ربیع الاول کو اس خاص حیثیت سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس میں ولادت باسعادت ہوئی ہے صورۃً رمضان المبارک پر فضیلت ہے۔

(الظہور ص ۶۶)

---

[1] وعظ النور ص ۳۴ مطبوعہ دیوبند۔

ربیع الاول میں خصوصیت کے ساتھ کوئی عبادت ثابت نہیں

ربیع الاول کی فضیلت بے شک ثابت ہے لیکن اس کی وجہ سے (ربیع الاول میں کسی عبادت کی تخصیص درست نہیں) کیوں کہ فضیلت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس فضیلت والے زمانہ کو شرعی دلیل کے بغیر جس عبادت کے لیے چاہے خاص کرلیا جائے۔ ربیع الاول میں فضیلت تو ثابت ہے مگر ذکر نبوی کے لیے اس کی تخصیص ثابت نہیں۔

جیسے جمعہ کے دن روزہ کی تخصیص کی ممانعت حدیث میں آئی ہے باوجودیکہ اس کے فضائل بھی وارد ہیں چنانچہ حدیث شریف میں اس دن کی فضیلت میں آیا ہے؛ فیه وُلِدَ آدم وفیه اُدخِلَ الجنَّةَ وَفِيهِ هُبِطَ إِلَى الأَرضِ۔ (یعنی جمعہ کے دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی روز زمین میں اتارے گئے۔

تو دیکھئے جمعہ کے بارہ میں باوجودیکہ یہ فضائل خود حدیث شریف سے ثابت ہیں لیکن اس دن میں تخصیص صوم (یعنی خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنے) کی ممانعت ہے۔ تو ربیع الاول کے فضائل تو منصوص بھی نہیں (بلکہ مستنبط ہیں) تو اس میں تخصیص ذکر کی اجازت کیسے ہوگی؛ مگر اس ممانعت کے باوجود ہم اس ماہ کی فضیلت کے منکر نہیں۔[1]

---

[1] النور ۔ مجمع البحور ص ۳۳ ؛۔

ماہ ربیع الاول میں خصوصیت کے ساتھ مجالس منعقد کرنا

یہ تاریخ اگرچہ بابرکت ہے (اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف اس میں مزید برکت کا باعث ہے لیکن چونکہ اس کی تخصیص اور اس میں اس ذکر کا التزام ثابت نہیں اس لیے) بدعت ہے۔ اس لیے اس تاریخ کی تخصیص کو ترک کردیں گے[1] ہمارا اعتقاد ہے کہ تخصیص لازم کے بغیر اس ماہ (ربیع الاول) میں ذکر میلاد جائز ہے۔ (النور ص ۲۲)

ربیع الاول میں تقریر کا اہتمام

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے متعلق لوگوں میں آجکل بہت سے منکرات اور بدعات شائع ہوگئے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے عقائد و اعمال خراب ہوگئے ہیں اور ان منکرات (وبدعات) کا ارتکاب اسی مہینہ میں اکثر کیا جاتا ہے اس لیے بھی یہ مضمون اس وقت اختیار کیا گیا ہے تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ پس اس وقت کے ذکر کی بناء (اور مقصد) ربیع الاول کی تخصیص نہیں بلکہ منکرات پر نکیر کرنا اصل بناء (اور مقصد) ہے۔

(اس لیے چند سال سے میرا معمول ہے کہ ماہ ربیع الاول کے شروع میں ایک وعظ افراط وتفریط کرنے والوں کی (یعنی کوتاہی اور غلو کرنے والوں کی) اصلاح کے متعلق کہا کرتا ہوں اور اس میں ضمناً علمی فوائد اور حقائق کا بیان بھی آجاتا ہے[2]

---

[1] وعظ السرور ص ۱۱۶ ؛۔ [2] الظہور ملحقہ مجمع البحور ص ۶۹ ص ۳۱ ؛۔

خلاصہ یہ کہ اصل میں اجتماع (یعنی جلسہ اور تقریر) احکام سننے کے لیے ہو۔ اور اس میں یہ مبارک واقعہ اور فضائل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی بیان ہو جائے یہ صورت بلا نکیر جائز ہے بلکہ مستحب اور سنت ہے[1]

حکیم الامت حضرت تھانوی رح کے ربیع الاول میں وعظ فرمانے کی وجہ

بعض لوگ تو آج کل ذکر میلاد النبی میں تخصیصات (یعنی وقت کی تخصیص) کے پابند ہیں۔ سو ان حضرات نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو خاص خاص زمانوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کو محرم کے ساتھ خاص کر دیا ہے ایسے ہی ان محبت کا دعویٰ کرنے والوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ربیع الاول کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

اور تعجب نہیں کہ میرے اس وقت کے بیان کرنے سے کسی کے ذہن میں یہ بات آئی ہو کہ یہ بیان بھی شاید اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ مہینہ اسی بیان کا ہے ——— اور شاید پڑھے لکھے لوگوں کو یہ شبہ ہو کہ ہم میں اور اہل بدعت میں کیا فرق رہا ؟ وہ بھی بیان کے لیے اس مہینہ کی تخصیص کرتے ہیں اور تم نے بھی کی۔ (پھر دونوں میں کیا فرق ہوا ؟)

تو اصل بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں کوئی تخصیص نہیں۔ تخصیص کیسے ہو، یہاں تو کوئی بیان اور کوئی وعظ اس سے خالی نہیں جاتا کہ آپ کی

---

[1] اصلاح الرسوم ص۹۴۔

تشریف آوری کی حکمتیں اور اسرار و مقاصد اس میں بیان نہ ہوں۔ لیکن اب بھی شاید کسی کو شبہ ہو کہ (ربیع الاول کے علاوہ) اور زمانوں میں تو خاص اس اہتمام کے ساتھ اس کا بیان نہیں ہوا۔ اور اس طرح خاص اس مہینہ میں کیوں کیا گیا ؟

تو اس لیئے عرض ہے کہ ہم نے اس مہینہ کو اس ذکر مبارک کے لیئے اس وجہ سے خاص نہیں کیا کہ اس ماہ میں ولادت شریف ہوئی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے یہ تخصیص کی ہے۔ اہل بدعت اس ماہ میں ذکر ولادت شریف کی مجلس کرتے ہیں اور ان میں بدعات و خرافات سے نہیں بچتے۔

جیسے حکیم صاحب اسی وقت دوا دیں گے جب درد ہو اور جب درد جاتا رہا گو دوا دینا اس وقت بھی اس حیثیت سے مفید اور کارآمد ہے کہ جب کبھی درد ہوگا، استعمال کریں گے لیکن درد کے وقت کو تو اس وقت پر ترجیح ہو گی۔ پس درد اور مرض جب دیکھا جاتا ہے جب ہی وہ دوا دی جاتی ہے۔ اور وہ مرض اسی ماہ میں (یعنی ربیع الاول) میں شروع ہوتا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس کا معالجہ اور اصلاح کی جائے۔ بخلاف اس کے کہ چار ماہ پہلے یا بعد میں یہ مضمون بیان کیا جاتا تو گو مفید ہوتا۔ لیکن اس مدت کے اندر لوگ اس کو بھول بھال جاتے۔

اور اتنی ہم نے ان (اہل بدعت) کی مخالفت بھی کر لی کہ وہ لوگ تو بارہ ربیع الاول کا انتظار کرتے ہیں، ہم کو اتنا صبر کہاں تھا، ہم نے تو اس ماہ کے شروع ہوتے ہی پہلے ہی جمعہ کو بیان شروع کر دیا۔ اس مخالفت کرنے سے اب ہم پر کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے یہاں بھی اہل بدعت کی مخالفت کر لی۔

(مجمع البحور)

باب ۳

اس امت پر سب سے بڑا احسان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے

" لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ (آلِ عمران)

یعنی حق تعالےٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول ان کی جنس سے بھیجا۔ کہ وہ ان کو آیتیں اور احکام پڑھ پڑھ کرسناتے ہیں اور ان کو ظاہری و باطنی نجاست و گندگیوں سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ایک کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں آیت یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰلآیۃ الخ سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ خوشی کی اصل چیز اور احسان یہ ہے کہ حضور ہمارے لئے سرمایہ ہدایت ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوش ہونے کی بہت سی چیزیں ہیں مثلاً حضور کی ولادت اور حضور صلی اللہ وسلم

کی بعثت (نبوت) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام حالات مثلاً معراج وغیرہ ..... یہ سب حالات واقعی خوش ہونے کے ہیں لیکن اس حیثیت سے کہ ہمارے لیے یہ ہدایت اور ابدی سعادت (ہمیشہ کی کامیابی کے ذرائع اور) مقدمات ہیں اس لیے کہ (آیت میں) بعثت کے ساتھ یہ صفات بھی بڑھائی ہیں یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ پس بلاغت کے قاعدہ سے ثابت ہوتا ہے (اور عقل میں بھی یہ بات آتی ہے) کہ اصل احسان کی چیز یہ صفات ہیں باقی بذات خود ولادت شریفہ یا معراج وہ بھی زیادہ باعث خوشی اس لیے ہیں کہ اس بڑی دولت کا مقدمہ (یعنی ذریعہ اور واسطہ) ہیں۔ اس لیے کہ اگر ولادت شریفہ نہ ہوتی تو ہم کو یہ نعمت کیسے ملتی۔

اس فرق کی وجہ سے خوشی میں بھی فرق ہوگا کہ جس قدر خوشی ولادت شریفہ پر ہونا چاہئے۔ اس سے زائد نبوت شریفہ پر ہونا چاہئے۔ اگر ولادت شریفہ کے ذکر کے لیے مجلس منعقد کی جائے تو نبوت مبارکہ کے ذکر کے لیے بدرجہ اولیٰ کی جائے۔

اسی طرح اہل مجالس کو چاہئے کہ (اگر مجلس کریں تو) معراج شریف اور فتح مکہ معظمہ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات مبارکہ اور ہجرت کی بھی مجلسیں منعقد کیا کریں۔ اس لیے کہ جیسے ولادت شریفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حال ہے۔ اسی طرح یہ بھی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے حالات ہیں، بلکہ ان میں بعض حالات ولادت شریفہ سے بڑھ کر ہیں۔

الغرض حق تعالےٰ کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ خوشی کے قابل یہی شئ (یعنی نبوت اور احکام شریعت) ہیں۔ اب بتلائیے اس پر کون اظہار خوشی کرتا ہے؟ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ذکر ولادت میں خوش الحانی

لڑکے گاتے ہیں۔ سننے میں نفس کو مزہ آتا ہے اور احکام میں کوئی خاص مزہ نہیں اس لئے کہ اس میں تو یہی ہوگا کہ یہ کرو، یہ نہ کرو۔ اس میں کیا مزہ، اس میں تو لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں اور زہر کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں اس لیے اس سے نفس بھاگتا ہے اور میلاد شریف کے واقعات کے ذکر میں صرف سن لینا ہوتا ہے (کچھ کرنا نہیں پڑتا) اس لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل چیز تو احکام ہی ہیں (جن کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اہتمام سے بیان فرمایا۔ اس کی تبلیغ فرمائی۔ اس کا اہتمام زیادہ ہونا چاہیئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مدت تک ان پر التزام کیجئے (یعنی پابندی کیجئے) نفس کو عادی بنائیے۔ پھر اس میں روحانی لطف دیکھئے۔[1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو ہم بالکل محروم رہتے

ایمان اور اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ایمان اور اعمال صالحہ والے لوگ جنت میں خوش ہوں گے [سورۂ روم] اور ظاہر ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ انبیاء علیہ السلام کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتے اسی لئے اللہ تعالے نے ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجا تاکہ لوگوں کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا راستہ بتلائیں اور اس وقت اول تو کسی اور نبی کی شریعت موجود نہیں اور پہلے انبیاء میں سے اگر کسی کی کوئی شریعت ہے بھی تو تحریف شدہ ہے جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے پھر اگر تحریف شدہ بھی نہ ہوتی تو منسوخ (نا قابلِ عمل) تھی اس لیے اس وقت ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت صرف ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی سے حاصل ہو سکتی ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو ہم اس دولت سے بالکل محروم رہتے۔ ہمارے اوپر حق تعالے شانہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ کی برکت سے ہم کو اس دولت سے سرفراز فرمایا۔ اسی کو حق تعالے شانہ نے احسان جتلا کر جا بجا قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے۔ کہیں فرماتے ہیں،

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے ؛

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان مواقع میں فضل اللہ اور رحمت کی تفسیر بعثت محمدیہ (یعنی آپ کی نبوت) سے کی ہے تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر خدا تعالے تم پر فضل اور رحمت نہ فرماتے تو تم ناکام اور محروم رہتے۔

— اور اگر اللہ تعالے بعثت محمدیہ سے تم پر رحم و کرم نہ فرماتے تو تم شیطان کا اتباع کرنے لگتے سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل فضل اور رحمت جو مسرت اور خوشی کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ہم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے ایمان و اعمال صالحہ کی توفیق ہوئی اور اتنی بڑی نعمت حاصل ہوئی جس سے ہماری دنیا و آخرت سنور گئی۔ اور انشاء اللہ اس کی برکت سے ہم جنت میں خوشیاں منائیں گے۔

لیکن اب لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور (یعنی پیدائش وغیرہ کے

---

[1] السرور ملحقہ مجمع البحور ص ۱۴۲-۱۴۴۔

متعلق) برکات کو بیان کرتے ہیں۔ معنوی برکات یعنی ایمان، معرفت الٰہی (جس کی بدولت نجات ہوگی۔ جنت حاصل ہوگی۔ دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہوگی۔ یہ سب بھی) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے حاصل ہوئی ہیں، ان برکات کو لوگ آج کل بیان ہی نہیں کرتے، بالکل ہی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ زیادہ ضرورت اسی کے بیان کرنے کی ہے کیوں کہ آپ کے ظہور کا اثر اور اس کی برکت کے آثار تو محسوس ہیں کہ تمام عالم کا وجود آپ کے نور (کے طفیل) سے ہوا۔ اور اس کے آثار یعنی ایمان و اعمال کے آثار قیامت اور جنت میں معلوم ہوں گے اور یہاں ان کی طرف سے غفلت ہے اس لیے زیادہ ضرورت اسی کے بیان کرنے کی ہے۔ نیز آپ کے ظہور کا اثر تو یہ ہوا کہ ہم موجود ہو گئے مگر صرف موجود ہونے سے کچھ زیادہ فضیلت نہیں ہو سکتی۔ پوری فضیلت ایمان و معرفت الٰہی (اور اعمال صالحہ ہی) سے حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ (اس لیے بھی اس کے بیان کرنے کی زیادہ ضرورت ہے)۔[1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود بہت بڑی نعمت ہے

اس نعمت کا شکریہ اور اس پر فرحت ضروری ہے

اس میں کسی مسلمان کو شک و شبہ نہیں کہ حق تعالے کی ہر نعمت قابل شکر ہے خصوصاً جو بڑی نعمت ہو، پھر خصوصاً جو دینی نعمت ہو، اور دینی نعمتوں میں سے بھی جو بڑی نعمت ہو۔ پھر ان میں بھی خاص وہ نعمت جو تمام دینی اور دنیاوی نعمتوں

---

[1] وعظ الحبور صـ۲۲۔

کی اصل ہے۔ اور وہ نعمت کیا ہے؟ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کیونکہ دنیوی نعمتوں کے سرچشمہ بھی آپ ہی ہیں اور صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عالم (ساری دنیا) کے لیے، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر جہانوں کی رحمت کے واسطے۔

دیکھئے عالمین میں کوئی تخصیص نہیں۔

اس میں انسان غیر انسان مسلمان یا غیر مسلمان کی کوئی تخصیص نہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہر شئ کے لیے باعث رحمت ہے۔ خواہ وہ حضور کے زمانہ سے مقدم ہوں یا مؤخر کیوں کہ اللہ تعالے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا اور وہ نور کا وجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود نوری کے اعتبار سے سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں اور آخر زمانہ میں اس امت کی خوش قسمتی سے اس نور نے جسد عنصری میں جلوہ گر و تاباں ہو کر تمام عالم کو منور فرمایا۔ پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم اولاً و آخراً تمام عالم کے لیے باعث رحمت ہیں۔ پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام نعمتوں کی اصل ہونا عقلاً و نقلاً ثابت ہوا ——— جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام نعمتوں کی اصل ہے اور نعمتوں پر شکر اور فرحت (یعنی خوشی) کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حق تعالے کا ارشاد ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا"

(پ۱۱ یونس)

یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ بس صرف اللہ کے

فضل ورحمت کے ساتھ خوش ہوں اس لیے کہ وہ بہتر ہے اس شیٔ سے جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں یعنی متاعِ دنیا سے (یعنی دنیاوی ساز وسامان سے)۔[1]

اس آیت میں (امر کا صیغہ موجود ہے اس میں خوشی کا حکم ہے) تو اس فرحت کو کون منع کر سکتا ہے ایسا کون مسلمان ہوگا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پر خوش نہ ہو یا شکر نہ کرے۔[2]

آیت کی تفسیر

اس مقام پر سیاق وسباق پر نظر کرنے کے اعتبار سے اگرچہ آیت کے اندر (فضل اور رحمت سے) قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے عام معنی مراد لیے جائیں کہ قرآن مجید بھی اس کا ایک فرد رہے تو زیادہ بہتر ہے وہ یہ ہے کہ فضل اور رحمت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدوم مبارک (یعنی آپ کی تشریف آوری) مراد لی جائے۔

اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی اور اس میں قرآن بھی ہے۔ سب اس میں داخل ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام نعمتوں کی اصل اور تمام رحمتوں اور فضل کا مادہ ہے پس یہ تفسیر تمام تفاسیر کو جامع ہوگی۔ اس تفسیر کی بنا پر آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ ہم کو حق تعالےٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پر خواہ وہ وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری اس پر خوش ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے تمام نعمتوں کے واسطہ ہیں۔ ہم کو جو دو وقت روٹیاں ملتی ہیں اور عافیت وتندرستی، اور

---

[1] [2] السرور ص۱۲۰-۱۱۸۔

ہمارے علوم یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت ہیں۔ فضل ورحمت کی اصل الاصول حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ پس ایسی بابرکت ذات کے وجود پر جس قدر بھی فرح اور خوشی ہو کم ہے۔ بہرحال اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہوا کہ اس نعمت عظیمہ پر خوش ہونا چاہیئے۔ دنیا میں اگر کوئی شیٔ خوشی کی ہے تو یہی نعمت ہے۔ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ آگے فرمایا۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یعنی یہ نعمت (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم) ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں یعنی دنیا بھر کی نعمتوں سے یہ نعمت افضل وبہتر ہے پس جس نعمت پر حق تعالےٰ اس تشدد (تاکید) کے ساتھ خوش ہونے کا حکم فرمائیں وہ کس طرح خوش ہونے کے قابل نہ ہوگی یہ اس آیت کا حاصل ہے جو اس پر مبنی ہے کہ فضل اور رحمت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم مراد لیے جائیں۔[1]

اس عظیم نعمت پر خوشی کے طریقے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک پر خوشی کا حکم ہے (جیسا کہ ماقبل کے بیان اور آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا۔) اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس خوشی کا طریقہ کون سا ہے؟ سو اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو وہ طریقہ جس پر خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا، اس لیے کہ جیسے امت پر اس آیت کا امتثال (یعنی اس کے مطابق عمل کرنا) واجب ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی واجب ہے جیسے نبی کو نبی جاننا (نبوت پر ایمان لانا) جس طرح امت کے ذمہ ضروری ہے اسی طرح بلافرق اس نبی کو بھی اپنی نبوت کا اعتقاد فرض ہے اس

---

[1] السرور ص۱۳۹-۱۴۱۔

لیے یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خوشی کو کس طریقہ سے ظاہر فرمایا ہے۔

اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کلیاً یا جزئیاً (یعنی کسی قاعدہ سے اصولی طور پر یا صراحۃً ثابت اور) منقول نہ ہو، بلکہ کسی نے ایجاد کیا ہو۔ جس طرح سے آج کل بہت سے محبت کا دم بھرنے والے لوگ مجلسیں منعقد کرتے ہیں ـــــــ اور ان میں اکثر لوگوں کی نیت بُری نہیں ہوتی وہ محبت ہی سے کرتے ہیں مگر غلطی میں ہیں اس لیے کہ محبت میں بھی غلطی ہوجاتی ہے یہ تو ضروری نہیں کہ جس فعل کا منشاء محبت ہو، (یعنی محبت کی وجہ سے کوئی کام کیا جائے)۔ اس میں غلطی نہ ہو۔ جیسے کوئی اللہ تعالےٰ کی محبت کے جوش میں ٹھیک دوپہر کے وقت (جس وقت نماز پڑھنا منع ہے اس وقت نماز) پڑھنے لگے۔

بہرحال ہر عمل کے دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ ایک منقول (جو شریعت سے ثابت ہو) دوسرا تراشا ہوا۔ گفتگو اس میں ہے کہ اس فرحت (خوشی کا) مروجہ طریقہ کس قسم میں داخل ہے۔[1]

اس نعمت پر خوشی کا صحیح طریقہ

ہم کو فرحت (یعنی خوشی) کا حکم ہے اور اس کی تحدید (کہ صرف اتنے زمانہ تک خوشی ہوگی اس کے بعد نہیں) یا تجدید (یعنی خوشی منانے کے نئے نئے خود ساختہ طریقے اس) کا حکم نہیں بلکہ فرح دائم اور مسرت دائمی (یعنی

---

[1] وعظ السرور ص ۱۶۱-۱۶۲۔

ہمیشہ اس نعمت پر خوش ہونے) کا حکم ہے اس کے لیے کسی خاص دن کو مخصوص نہ کریں اور ہر وقت اس آیت پر عمل کریں۔[1]

ہم پر یہ بہتان ہے کہ ہم ذکر ولادت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منع کرتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہر شئی کے لیے رحمت ہے خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان، مسلمان ہو یا غیر مسلمان، حضور صلے اللہ علیہ وسلم اولاً و آخراً تمام عالم کے لیے باعث رحمت ہیں۔ ایسا کون مسلمان ہوگا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پر خوش نہ ہو، یا شکر نہ کرے، ہم پر یہ خالص تہمت اور محض افتراء اور بہتان ہے کہ توبہ توبہ، نعوذ باللہ یہ لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف یا اس پر خوش ہونے سے روکتے ہیں۔ حاشا وکلا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر تو ہمارے ایمان کا جزء ہے۔

ہاں جو خوشی ان قوانین کے خلاف ہوگی جن کی پابندی کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، اس سے البتہ ہم روکیں گے اگرچہ فی نفسہٖ وہ شئی پسندیدہ ہو۔ اور شریعت میں اس کی نظیریں موجود ہیں۔ دیکھو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ قبلہ سے منہ پھیر کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ عید الفطر، عید الاضحےٰ میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

اس پر بھی پوری امت کا اتفاق ہے کہ حج کا محل مکہ ہے (اس کے علاوہ

---

[1] وعظ السرور ص ۱۵۷ ملحقہ مجمع البحور۔

کسی اور شہر مثلاً بمبئی میں حج ممکن نہیں۔ دیکھئے نماز، روزہ، حج فرض ہے لیکن قانون شریعت کے خلاف کیے گئے اس لیے وہ ممنوع ہوگئے اور ان کے ممنوع ہونے کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

پس اگر کوئی ایسے نماز، روزہ، حج کو (جو خلاف شرع کیے جائیں) منع کرے تو اس کو کوئی عقل مند نہ کہے گا۔ اور اس پر یہ تہمت نہ لگائے گا کہ یہ شخص نماز، روزہ، حج سے روکتا ہے اور اگر نماز، روزہ سے روکتا، تو خود ہی ان پر کیوں عمل کرتا۔

اسی طرح زیر بحث مسئلہ (ذکر میلاد النبی) کے اندر سمجھو کہ ہمارے حضرات کے متعلق یہ کہنا کہ یہ لوگ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ولادت شریفہ کے ذکر یا اس پر خوش ہونے کو منع کرتے ہیں، یہ محض تہمت، بہتان ہے۔ حاشا وکلا۔ ہم ہرگز منع نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہر شئ کا ایک طریقہ ہوتا ہے جب وہ شئ اس طریقہ سے کی جائے گی تو وہ پسندیدہ ہے ورنہ ناپسند اور منع کرنے کے قابل ہے۔

دیکھئے تجارت ہے اس کے لیے گورنمنٹ نے خاص خاص قوانین مقرر کردیئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان قوانین کے خلاف تجارت کرے گا تو وہ ضرور قوانین کی خلاف ورزی (کے جرم) میں ماخوذ ہوگا۔ چھرہ، بارود کی تجارت وہی کرسکتا ہے جس نے لائسنس حاصل کرلیا ہو۔ اسی طرح شریعت میں بھی ہر چیز کا قاعدہ اور قانون ہے، جب اس کے خلاف کیا جائے گا تو وہ ناپسند اور ممنوع ہوجائے گا، پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکرِ مبارک عبادت ہے لیکن دیکھنا چاہیئے کہ قانون داں حضرات یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی اقتدا کا ہم کو حکم ہے، انھوں نے اس

عبادت کو کس طرح کیا اگر آپ لوگ اس طریقہ سے کریں تو سبحان اللہ اس سے کون روکتا ہے ؟

اور اگر اس طریقہ سے نہ کیا جائے تو بے شک وہ روکنے کے قابل ہے اب فرمایئے۔ کیا ہم لوگ ذکر رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے روکنے والے ہیں ؟ نفس ذکر رسول صلے اللہ علیہ وسلم تو عبادت ہے اس کو تو کوئی نہیں منع کرتا ہاں جب اس کے ساتھ ممنوع شئ کا اقتران ہوگا (یعنی خلاف شرع طریقہ سے ہوگا) تو بے شک ممانعت کے قابل ہے [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ہم زیادہ خوشی کا حق ادا کرتے ہیں

اگر غور سے کام لیا جائے تو ہم اس فرحت (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر خوشی کے حکم) پر زیادہ عمل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ عید میلاد النبی کے موجدین تو سال بھر میں ایک ہی مرتبہ خوش ہوتے ہیں اور درمیان میں ان کی خوشی ختم ہوجاتی ہے۔ اور ہم ہر وقت خوش ہیں، پس جو لوگ خوشی کو ختم کردیں (اور سال میں صرف ایک مرتبہ کرلیں) وہ اس آیت کے تارک ہیں (ہمیشہ اس پر عامل نہیں) اور ہم تو کسی وقت نہیں قطع کرتے۔ پس ہم بفضلہٖ تعالیٰ آیت پر ہر وقت عمل کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس خوشی کا حکم ہے، اس کے تین درجے ہیں ؛ افراط، تفریط، اعتدال - تفریط (یعنی کوتاہی) تو یہ ہے کہ یہ تحدید کردیں

---

[1] السرور ص ۱۲۰ ۔

کہ فلاں وقت پر خوشی ہوگئی جیسا کہ بعض خشک مزاجوں کے کلام سے مترشح ہوتا ہے۔ اور افراط (یعنی غلو) یہ ہے کہ خوشی کو جاری رکھیں مگر حدود شرعیہ سے تجاوز کریں جیسا کہ اہل بدعت میں طریقہ رائج ہے اور اعتدال (یعنی درمیانی درجہ) مداومت اور پابندی میں ہے۔ (کہ اس نعمت پر ہمیشہ خوش رہے) پس ہم نہ تو کوتاہی کرنے والے ہیں، نہ غلو کرنے والے۔ بلکہ ہمیشہ خوشی اختیار کرنے والے ہیں۔ (اور یہی شریعت کا حکم ہے)[1]

مولانا فضل الرحمان صاحب سے کسی نے پوچھا کہ ذکر مولد کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا ہم تو ہر وقت کرتے ہیں، پوچھا یہ کیسے ؟ فرمایا لا إلٰہ إلا اللہ محمد رسول اللہ (ہر وقت پڑھتے ہیں) اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو کلمہ کیسے پڑھتے۔[2]

انصاف کی بات

حد سے تجاوز کرنا ہر عبادت میں ممنوع ہے

ہمارے لیے معیار شریعت ہے، شریعت کے قواعد سے جو خوشی جائز ہے اس کی تو اجازت ہے اور جو ناجائز ہے وہ ممنوع ہے ـــــــ فرح وسرور (یعنی خوشی) کے متعلق قرآن مجید میں ایک مقام پر تو آیا ہے لَا تَفْرَحْ (اس میں خوشی کی ممانعت ہے) اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے فَلْيَفْرَحُوْا (اس میں خوشی کا حکم ہے) اس سے معلوم ہوا کہ بعض خوشی کی اجازت ہے

---

[1] وعظ السرور ص۱۲۸ ، [2] الوقت ملحقہ حقوق وفرائض ص۴۴۳۔

اور بعض کی ممانعت۔ اور ہمارے لیے معیار شریعت ہے۔ شریعت کے قواعد سے جو خوشی جائز ہے اس کی تو اجازت ہے اور جو ناجائز ہے وہ ممنوع ہے۔ چنانچہ جس جگہ لَا تَفْرَحْ ہے (جس میں خوشی کی ممانعت ہے) اس سے دنیوی خوشی مراد ہے (جو بطور تکبر کے ہو) اور جہاں خوشی کا حکم ہے وہاں دینی نعمت پر خوشی مراد ہے۔ لیکن وہی خوشی (اور اسی حد تک) جس میں شریعت کے قواعد سے تجاوز نہ ہو۔

مثلاً نماز ایک دینی نعمت ہے اس پر اگر کوئی شخص خوش ہو اور خوشی میں آکر یہ کرے کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت پڑھنے لگے تو بجائے اس کے کہ ثواب ہو، الٹا گناہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے شریعت کے قاعدہ سے تجاوز کیا۔

خود ذکر رسول جس میں اختلاف ہے اسی کو لے لیجئے۔ اتفاقی مسئلہ ہے کہ چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ میں تشہد (التحیات) کے بعد اللّٰھم صلی علیٰ محمد پڑھ دے تو نماز ناقص ہوگی حتیٰ کہ سجدہ سہو سے اس کی تلافی کرنا پڑے گی۔ اگر سہواً ایسا کیا۔ دیکھئے درود شریف (جس میں صلوٰۃ بھی ہے اور سلام بھی) جس کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرمائیں گے اور پھر موقع کون سا؟ نماز کا۔ لیکن شرعی حکم یہ ہے کہ نماز میں نقصان آجائے گا تو اس کی آخری وجہ کیا ہے۔ ؟

(وجہ اس کی یہی ہے کہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں درود شریف کا جو موقع مقرر فرمادیا ہے چونکہ اس سے تجاوز ہوا (یعنی حد سے آگے بڑھے) اس لیے نماز میں نقصان آگیا۔ اگرچہ درود شریف نماز میں عبادت ہے اور یہ

مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر اہل بدعت کا بھی اتفاق ہے اس لیے کہ وہ بھی حنفی ہیں پس ان کو چاہئے کہ امام صاحب پر اعتراض کریں اور ان پر بھی تہمت لگائیں کہ وہ تو توبہ توبہ ذکر رسول (درود شریف، صلاۃ وسلام) سے منع کرتے ہیں اور وہ بھی وہابی تھے، پس اے حضرات! خدا سے ڈریئے اور اس فاسد مادہ کو دماغ سے نکال لیے۔ ورنہ اس کا اثر دور دور تک سرایت کرے گا۔ اور احکام میں حق طلبی اور انصاف کی نظر سے غور فرمایئے۔ اگر کچھ شبہات رہیں تو تہذیب سے ان کو "پوچھ کر" رفع فرما لیجئے۔

الغرض قرآن مجید میں خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کی بابت .... فَلْيَفْرَحُوا کا حکم ہے تو اس فرحت کو کون منع کر سکتا ہے، اور ہم پر یہ بہتان ہے کہ یہ لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو منع کرتے ہیں۔ حضور کا ذکرِ مبارک تو وہ شئ ہے کہ اگر اس پر اجر کا بھی وعدہ نہ ہوتا، تب بھی محبت کی وجہ سے ہر وقت آپ کا ذکر کیا کرتے [1]

---

[1] السرور صـ ۱۲۳ ۔

باب ۴

ذکر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ذکر خیر کیا جائے

چونکہ شدت محبت کے لیے کثرت سے ذکر کرنا لازم ہے، اس لیے بعض حدیثیں اس کے متعلق ذکر کی جاتی ہیں:

۱: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ عرض کیا، آپ رسول اللہ ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں رسول تو ہوں ہی، مگر دوسرے حسب ونسب کے فضائل بھی رکھتا ہوں۔

میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین یعنی انسان میں سے کیا، پھر انسانوں کے دو فرقے (عجم وعرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا، پھر ان کے مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ یعنی قریش میں بنایا۔ پھر ان قریش کے کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان یعنی بنو ہاشم میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے سب سے افضل ہوں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر برسرِ منبر فرمایا [1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کا ذکر عبادت ہے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر بات قابل ذکر ہے، نشست، برخاست، اخلاق و عادات، مجاہدات وریاضات، افعال واحکام، اوامر ونواہی (سب ہی قابلِ ذکر ہیں) آپ کا ذکر تو ہر وقت ہی ہونا چاہیئے۔ اور آپ کی ہر ادا کا ذکر ہونا چاہیئے حتی کہ آپ کے غصہ اور خفگی کا بھی ذکر ہونا چاہیئے۔ محبت وہ چیز ہے کہ واللہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غصہ اور عتاب کا بھی ذکر ہو تو مزے لے کر ذکر کریں صحابہ کرام نے اس راز کو سمجھا تھا اور محبت کی یہ دولت ان حضرات کو نصیب تھی —— اسی لیے اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ناخوش بھی ہوتے تھے تو صحابہ کرام رض اس کا بھی ذکر لذت لے کر فرماتے تھے۔

تو اگر واقعی کسی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو تو کیا وہ ذکرِ میلاد میں نماز، روزہ کے ذکر کو ناگوار سمجھے گا؟ ہرگز نہیں۔

صاحبو! حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تو اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا حتی کہ حوائجِ ضروریہ میں مشغول ہونا سب عبادت ہے بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال اور احکام کا ذکر کرنا ذکرِ ولادت سے بھی زیادہ برکت کی چیز ہے اس واسطے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ تو محض ایک ہی حیثیت سے ایک نعمت عظیمہ ہے۔ جس پر شکر کر کے ہم اپنے درجات بڑھائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واحکام دو حیثیتوں سے نعمت ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کی بدولت ہم کو ملے، تو اس عطا پر شکر کریں اور اپنے درجات بڑھائیں۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ ہم ان پر عمل کریں۔

نیز پوری شریعت سے غرض یہی ہے کہ ہم اس پر عمل کریں اور قربِ خداوندی ہم کو حاصل ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں اپنی ولادت شریفہ کا ذکر تو بہت ہی کم کیا اور احکام کا ذکر بہت زیادہ کیا۔ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تیئس۲۳ سال تک احکام کی تبلیغ فرمائی۔ ان تیئس سال میں سے اگر وہ تین سال نکال بھی دیئے جائیں۔ جن میں وحی مؤخر رہی ہے تو تبلیغ کی پوری مدت بیس سال ہوتی ہے۔ اور بیس سال میں تتبع (تلاش) کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت شریفہ کا جتنے وقت میں ذکر فرمایا ہے اس کی مجموعی مدت غالباً ایک ہفتہ بھی نہیں ہوگی۔ تو ایک ہفتہ کم بیس سال تک تو احکام کی تبلیغ فرمائی۔ اور صرف ایک ہفتہ ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا۔ تو کیا اتباع سنت کے یہی معنی ہیں کہ جس چیز کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بیس برس تک ذکر فرمایا ہے اس کو تو بیس منٹ بھی کبھی ذکر نہ کیا جائے اور جس کا ذکر پوری مدتِ تبلیغ میں چند مرتبہ ہی فرمایا ہے اس کو عمر بھر ذکر کیا جائے؟

اتباع سنت تو یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کی پوری مدت میں جس قدر اپنی ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا ہے اسی قدر تم بھی ذکر ولادت کرو اور جتنا احکام کا ذکر فرمایا ہے اسی قدر تم بھی احکام کا ذکر کرو۔ [1]

---

[1] نشر الطیب صـ ۲۵۲ فصل ۳۹۔

---

[1] النور صـ ۱۲

محبّت کا تقاضا

حضرات! محبت تو یہ ہے کہ انسان اپنے مال وجان سب کو فدا کردے نہ یہ کہ خالی مزہ دار حکایات (اور شیریں) بیان کرے اور بس، آپ نے ساری محبت کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ سال بھر میں ایک دو دفعہ میلاد کردیا کرو اور بس۔ جس طرح اہل محرّم (حضرات شیعہ) سال بھر میں ایک دو دفعہ مقررہ تاریخوں پر کرلیتے ہیں، پھر کروٹ بھی نہیں لیتے۔

ایک حکایت

مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ ایک شاعر حلب پہنچا، وہاں شہر کے شیعہ ماتم کررہے تھے۔ اس نے پوچھا، کیا آج کوئی مرگیا ہے۔؟ لوگوں نے کہا تو دیوانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو شیعی نہیں ہے۔ ارے یہ دن امام کی شہادت کا ہے۔ کہنے لگا۔ اللہ اکبر! یہاں آج اتنے دنوں بعد خبر پہنچی ہے یا تم لوگ سورہے تھے۔ اسی طرح ہمارے ان مدعیان محبّت رسول (حب رسول کا دم بھرنے، نعرہ لگانے والوں) کی بھی یہی حالت ہے کہ سال بھر تک غافل رہتے ہیں پھر چونکتے ہیں۔ کیا اسی کا نام محبت ہے، ہمارے جی کو تو یہ محبت نہیں لگتی بلکہ حقیقت میں ان کے جی کو بھی نہیں لگتی۔ مگر رسم اور اصل حق کی ضد (اور مخالفت) نے ان کو مجبور کر رکھا ہے۔ اللّٰھم احفظنا۔

میں تو کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہر وقت کرو، اور ایسی کتاب اپنے ساتھ رکھو جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور آپ کے معمولات لکھے ہوں تاکہ تم بھی ان کی قدم

قدم پر پیروی کرسکو۔[1]

سچی محبت کی علامت

محبت کی علامت میں نے بتلائی، کہ محبوب کی ہر بات کا ذکر ہو، ولادت شریفہ کا بھی، رضاعت کا بھی، آپ کی سخاوت کا بھی، عادات کا بھی، عبادات کا بھی (اور آپ کے بتلائے ہوئے احکامات کا بھی) اس میں نہ کسی مہینہ کی کچھ تخصیص ہے، نہ کسی مقام کی، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ تخصیص لازم کے بغیر اس ماہ (ربیع الاول) میں [ذکر میلاد] جائز ہے۔[2]

محبت میں دکھلاوا نہیں ہوتا

کیا مجنوں نے لیلےٰ کی سال گرہ کی تھی؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے لیے قیود کیسے، وہ تو ہر وقت کا وظیفہ ہونا چاہیئے۔

اب تو لوگ چاہتے ہیں کہ ذکر بھی اگر ہو تو دوسروں کو دکھلا کر ہو بھائی محبت میں دکھلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی اولاد کے لیے انسان محبت سے کیا کچھ نہیں کرتا مگر کیا کسی کو دکھلاتا پھرتا ہے (اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت تو اولاد سے بھی زیادہ ہونا چاہیئے)۔[3]

---

[1] النور ص ۲۴،
[2] النور ملحقہ مجمع البحور ص ۲۲ ص ۲۳،۔
[3] 〃 ص ۳۰،۔

خود آپ کا فرمان ہے جس نے میری اطاعت کی اس نے مجھ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی، مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا۔ عرض کیا گیا۔ قبول کس نے نہیں کیا۔ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے قبول نہیں کیا۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت ہے[1]

بغیر اطاعت کے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے

(بغیر اطاعت کے محض زبانی محبت کا دم بھرنے والوں کی) بلاتشبیہ ایسی مثال ہے کہ مثلاً ہندوستان میں ایک حاکم نائب السلطنت ہو کر آیا اس کے آنے کی خوشی میں لوگوں نے بڑے بڑے جلسے کیئے، مٹھائیاں تقسیم کیں اور بڑے لکچر دیئے۔ مدحیہ اشعار کہے اور ان ہی بزرگوں کا ایک

---

[1] نشر الطیب فصل ۳۵ ص ۲۳۲۔

اخبار بھی نکلتا تھا، جب وہ حاکم اس جلسہ سے چلا گیا تو اخبار میں بغاوت انگیز مضمون لکھنے شروع کر دیئے۔ کیا ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ لوگ حاکم سے سچی محبت کرتے تھے۔

یہی حالت ان لوگوں کی ہے جو محبت رسول کا دم بھرتے ہیں۔ اور رسول ہی کی نافرمانی کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے عید میلاد النبی تراشی ہے (ان میں سے بعض لوگوں نے) ولادت شریفہ کے بیان میں یہاں تک بے ادبی کی ہے کہ صبح صادق کے وقت وہ بیان ہوا اس لیئے کہ حضورؐ کی ولادت شریفہ اسی وقت ہوئی ہے۔ اور ایک گہوارہ لٹکایا گیا۔ غرض پوری نقل بنالی گئی۔ اگر یہی نقل ہے تو خدا خیر کرے۔ ایک عورت کو بھی لادیں گے اور اس سے کہہ دیں گے کہ چلایا کرے نعوذ باللہ من غضب رسوله علی هذه المخترعات (ان خرافات سے اللہ کی پناہ) صاحبو! جب کوئی شئی حد سے بڑھتی ہے تو صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑتی ہے[1]

حبّ رسول کا تقاضا اور ہمارے دل کا جور

دراصل انسان کا نفس راحت طلب ہے جس بات میں کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے جان چراتا ہے۔ احکام کے تذکرہ میں چونکہ احکام پر عمل کرنا پڑتا ہے اس لیے اس کو بالکل چھوڑ دیا۔

کانپور میں مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے کہ لوگوں نے میلاد شریف

---

[1] الظہور ملحقہ مجمع البحور ص ۵۔

کو مٹانے کا ایک اور بھی طریقہ ایجاد کیا ہے کہ اس میں نماز، روزہ کا ذکر کیا جاتا ہے؟

اللہ اکبر! بتلائیے جو لوگ نماز وغیرہ کے تذکرہ کو حضور کے ذکر کا مٹانا کہیں کب وہ محب رسول ہیں؟ صاحبو! یہ سب امور بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمان صاحبؒ (جو بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ان سے میلاد کی بابت پوچھا گیا انھوں نے فرمایا کہ میاں ہم تو ہر وقت میلاد کا ذکر کرتے ہیں۔ کیوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ---- پڑھتے ہیں۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کیوں پڑھتے آپ کا ذکر تو ہر وقت ہونا چاہیئے اور آپ کی ہر ادا (آپ کے ہر عمل اور آپ کے ہر قول) کا ذکر ہونا چاہیئے۔

انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے ہر ذکر میں (کسی نہ کسی بہانہ سے) اس کا ذکر نکال لیتا ہے۔ اور ہر گفتگو کا خاتمہ اسی کے تذکرہ اور یاد پر ہوتا ہے۔ جو چیز خیال میں بس جاتی ہے وہ ہر وقت یاد آتی ہے جس کو خدا رسول سے محبت ہو تو اگر ہر بات میں وہی یاد آویں تو کیا تعجب ہے۔ صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی کہ بات بات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ مبارک آجاتا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف تو ہر بات میں آجانا چاہیئے، اس کے واسطے کسی اہتمام کی کیا ضرورت ہے اور یہ کیا ضروری ہے کہ اگر بیان ہو تو صرف ولادت شریفہ اور معجزات ہی کا بیان ہو (اور آپ کے بیان کردہ احکام دعوت و تبلیغ کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے) آپ کی تو ہر بات قابل ذکر ہے۔

مگر انسان کا نفس راحت طلب ہے جس بات میں کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے جان چراتا ہے اور ذکر ولادت میں آسانی ہے کہ زبان سے ذکر کر لیا کھڑے ہو گئے (بس کافی سمجھ لیا) اور اگر کسی متبع سنت نے (حق بات کہہ دی) تو اس پر ملامت کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ کہیں اس کو وہابی کہنا شروع کر دیا، کہیں تکفیر کر دی۔[1]

میں عرض کر چکا ہوں کہ ولادت شریفہ کے ذکر سے زیادہ احکام کا ذکر برکت کا موجب (ذریعہ) ہے پھر ان احکام کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ یہ سب ذکر رسول ہی تو ہیں۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے تو جیسے ذکر ولادت آپ کا ذکر ہے۔ ایسا ہی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو۔ بھی آپ کا ذکر ہے ... وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰیٓ (زنا کے قریب بھی مت جاؤ) بھی آپ ہی کا ذکر ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (اے نبی مومنو سے کہہ دو کہ نگاہیں نیچی رکھا کریں) یہ بھی آپ کا ذکر ہے۔ بس بات وہی ہے کہ ایک جگہ تو کرنے کا کام ہے وہ نفس پر گراں گزرتا ہے اور دوسری جگہ کچھ کرنا نہیں پڑتا اور چلتے وقت نذرانہ ملتا ہے، مٹھائی ملتی ہے، یہ کیسی محبت ہے کہ مشقت کی چیزوں کا ذکر نہیں، اور جس میں نفس کو خوشی تھی اس میں سرخرو ہو گئے۔ جناب اگر محبت رسول اسی کا نام ہے تو ایسی محبت کو سلام ہے۔

---

[1] النور ملحقہ مجمع البحور ص ۱۲-۱۳، ۔

خوشی منانے مٹھائیاں تقسیم کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں ہوتا

محبت کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے۔ ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تَظْہَرُ حُبَّہٗ ٭ ھٰذَا الْعُمْرِی فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
لَوْکَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَطَعْتَہٗ ٭ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ ومطلب ، یعنی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اپنی جان کی قسم یہ تو بہت انوکھی اور عجیب بات ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا۔ اس لیے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

(اس کے بعد عید میلاد النبی منانے والوں اور) میلاد پرستوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مجلس میلاد (اور جلوس وسجاوٹ) کا اہتمام کرتے ہیں، بانس کھڑے کر رہے ہیں، ان پر کپڑے منڈھ رہے ہیں (قمقمے لگا رہے ہیں) روشنی کا انتظام کر رہے ہیں اور اس کے درمیان میں جو نمازوں کے وقت آتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے اور ڈاڑھی کا صفایا کرتے ہیں۔ کیوں صاحبو! محبین رسول (عاشق رسول) کی ایسی ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ اور ایسی ہی ان کی حالت ہوتی ہے، کیا بس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اتنا ہی حق ہے کہ روپیوں کی مٹھائیاں منگا کر تقسیم کر دی (سجاوٹ کر دی) اور سمجھ لیا کہ ہم نے رسول کا حق ادا کر دیا ؟ کیا آپ لوگوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ پیشہ ور

پیرزادہ سمجھا ہے۔ کہ تھوڑی سی مٹھائی (اور جلوس وجھنڈوں اور زرق برق روشنی) پر خوش ہو جائیں. تھوڑے سے نذرانہ پر راضی ہو جائیں۔ توبہ توبہ، نعوذ باللہ یاد رکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایسے محبت کرنے والوں سے خوش نہیں ہیں۔

سچے محبین (اور عاشق رسول) وہ لوگ ہیں جو اقوال وافعال، وضع قطع ہر عمل میں حضورؐ کا اتباع اور اطاعت کرتے ہیں۔

میرے ایک دوست حافظ اشفاق ہیں وہ ذکر رسول کے فریفتہ ہیں وہ کبھی کبھی محبت کی وجہ سے ذکر ولادت مروّج طریقہ سے کرتے ہیں، انھوں نے خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم اس کی شفاعت نہ کریں گے جو ہماری بہت تعریف کرے۔ ہم اس کی شفاعت کریں گے جو ہماری اطاعت کرے۔ مطلب اس کا یہی ہے کہ جو شخص دعوی کرتا ہو اور نعتیہ اشعار بہت پڑھتا ہو لیکن اطاعت نہ کرتا ہو اس کی شفاعت[2] نہ کریں گے۔[1]

---

[1] وعظ السرور ص ۱۲۶ ؛ [2] یعنی وہ شفاعت نہ فرمائیں گے جو مقربین کے لیے ہوگی۔

باب ۵

بارہ ربیع الاول کی سجاوٹ

اور مسلمانوں کی بے حسی

ربیع الاول کے مہینہ میں بہت جگہ میلاد (جشن، جلسہ، جلوس کا) اہتمام ہوتا ہے۔ بعض مقامات میں (جشن) عید میلاد النبی منانے (اور جلسہ جلوس نکالنے اور سجاوٹ) کے لیئے اور مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے چندہ ہوتا ہے، مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں، مسجدوں کو سجایا جاتا ہے، اور ہندوؤں کے طرز پر سجایا جاتا ہے کہ اس میں ایک چھتر بنایا جاتا ہے جھالر لٹکائے جاتے ہیں، مسجدوں کو ایسا بنایا جاتا ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو نے (شادی میں) اپنے گھر کو سجایا ہے (اور اب تو سڑکوں کو سجایا جاتا ہے، روشنی کا اسراف ہوتا ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے سب جانتے ہیں) کیا اس کو محبت کہیں گے؟ ہاں محبت تو ہے مگر اپنے نفس کی محبت ہے۔

ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تم نے اپنے حظ (نفس کے مزے) کو تو محفوظ رکھا لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسلام پر جو سخت مصیبت آرہی ہے اور وہ ڈانوڈول ہو رہا ہے۔ اس کی تم نے کیا مدد کی اس کو کیا سہارا پہنچایا۔ ایک

وہ مسلمان (جو بیچارے مظلوم ہیں) اسلام کے لیے اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں اور ایک یہ ہیں کہ ان کو (سجاوٹ) اور مٹھائی کھانے کی سوجھ رہی ہے، ان سے قسم دے کر پوچھا جائے کہ اگر اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے اور آپ سے دریافت کیا جاتا کہ یہ چندہ کا روپیہ ہم (سجاوٹ اور) مٹھائی میں صرف کردیں یا آپ کے جانبازوں (مجاہدین اور مظلوم مسلمانوں) پر لگادیں تو کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ رائے دیتے کہ مٹھائی میں صرف کرو۔

صاحبو! کیا کسی دردمند کو ایسے وقت میں مٹھائی کا کھانا بھلا معلوم ہوسکتا ہے، ہائے کس منہ سے ایسی حالت میں بھی لوگوں سے مٹھائی کھائی جاتی ہوگی؟ کیسی بے حسی ہے، کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر غضب یہ ہے کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں محبت کا۔ کیوں صاحب آپ نے تو (جشن) عید میلاد النبی کرلیا۔ اور ترکوں نے (مجاہدین نے) اپنی جان لڑائی، تو کون شخص محب رسول ہوا؟[1]

عید میلاد النبی میں جدت پسندی اور اس کا سیاسی رنگ

۱۲ ربیع الاول میں سجاوٹ اور اچھے کپڑے پہننا اور جمع ہوکر دعا کرنا

عید میلاد النبی پہلے لوگوں میں رائج تھی کہ اس میں کپڑوں کا بدلنا اور

---

[1] النور صفحہ ۲۰-۲۱۔

مکان سجانا، احباب کو جمع کرنا، رسم کے طور پر ذکر شریف کا اہتمام کرنا، شیرینی کا انتظام کرنا (مٹھائیاں تقسیم کرنا) یہ سب کچھ ہوتا تھا۔ مگر اب لوگوں نے اس میں ایک اور سیاسی رنگ چڑھایا ہے وہ یہ کہ بارہ ربیع الاول کو اہتمام کے ساتھ سب لوگ جمع ہوں اور جمع ہو کر (قرآن پاک کی تلاوت اور) دعا کریں۔ بے شک مسلمانوں کی فلاح کے واسطے دعا بہت اچھی چیز ہے مگر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ دین میں ایک چیز کا بڑھانا وہ یہ کہ جمع ہونے کے لیے یہ تاریخ متعین کی جائے یہ کیسے جائز ہوگیا۔

اور کہتے ہیں کہ اس میں دین کی شوکت ہے۔ مجھ سے ایک مولوی صاحب نے کہا تھا، کہ تعزیوں کو منع نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ اس میں کرتب دکھانے سے مشق ہوجاتی ہے۔ شجاعت (بہادری) کی تحریک ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک صاحب نے فرمایا کہ شب برات میں آتشبازی سے منع نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ اس سے بہادری کا اسپرٹ محفوظ رہتا ہے۔

اللہ اکبر! کسی قدر بے حسی غالب ہوگئی ہے۔ اور لوگوں کی عقلیں کیسی ماؤف ہو گئی ہیں۔ اگر ان کے قبضہ میں دین ہوتا تو یہ حضرات خدا جانے اس میں کیا کچھ کتر بیونت کرتے۔

صاحبو! تمہارے اوپر ایک شرعی قانون حاکم ہے تم کو اس کا ہرگز اختیار نہیں کہ تم خود کوئی قانون بنا لو اور جو قانون تمہارے پاس (اللہ کا دیا ہوا ہے) اس پر عمل کرنے کا تم کو حکم ہے۔

دیکھو بہت سے قانون ایسے ہیں کہ وہ حکام کے حق میں مفید ہو سکتے ہیں (حکام کی اس میں عظمت ہوگی) لیکن اگر کوئی شخص، تعزیرات ہند چھپنے کے وقت اخیر میں مثلاً یہ ایک دفعہ بڑھا دے کہ جو شخص حکام کے نام کے ساتھ "جناب" کا لفظ نہ کہے گا اس پر پچاس روپئے جرمانہ ہوگا تو تصحیح قانون کے وقت جب اس زیادتی کی اطلاع ہوگی فوراً اس شخص کے نام وارنٹ جاری ہوجائے گا اور اس کے جرم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قانون کا بنانا صاحب سلطنت کا کام ہے تو جب کسی شخص نے کوئی قانون بنایا، تو اگرچہ وہ قانون سراسر حکام کے لیے مفید ہی کیوں نہ ہو لیکن در پردہ اس قانون بنانے والے نے اپنے صاحب سلطنت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدعت سراسر مسلمانوں کے لیے موجد (بدعتی) کے گمان کے مطابق نافع ہو لیکن دین سے زائد ہو۔ تو وہ ایسی ہی ہے جیسے کہ یہ قانون بڑھانا تو اس کی بھی وہی سزا ہوگی۔ یہ جواب ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ فلاں بدعت میں یہ مصلحت ہے۔

صاحبو! اس میں تو خدا اور رسول پر سخت اعتراض لازم آتا ہے کہ فلاں امر نافع تھا لیکن خدا تعالےٰ نے اس کو دین میں نہیں رکھا۔۔۔۔ نعوذ باللہ من ذالک

غرض عید میلاد النبی پر آج کل یہ رنگ چڑھایا گیا ہے اور مقصود اس سے وہی قومی شوکت کا اظہار ہے۔ رہی دعا، تو وہ نمازوں کے بعد بھی ہوسکتی ہے اور صرف دعا کے لیے جو جلسے کیے جاتے ہیں (عموماً) ان میں زیادہ تر ایسے لوگ جمع ہوتے ہیں کہ وہ نماز بھی نہیں پڑھتے۔ بس محض اس واسطے کہ اپنا نام ہو۔

یہ انگریزی خوانوں کا حال تھا' بے چارے اپنی اس ایجاد کا اس سے زیادہ جواب نہیں دے سکتے۔ کہ اس میں قومی مصلحت ہے مگر کوئی شرعی دلیل بیان نہیں کرتے۔[1]

ربیع الاول کے منکرات اور علماء اہلسنت والجماعت

(بارہ ربیع الاول کے موقع پر جو خرافات و منکرات لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں) کیا وہ منع کے قابل نہیں ہیں ؛ آپ تو اس کی ممانعت سے وحشت کرتے ہیں جس کی کوئی اصل بھی قرآن و حدیث میں نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس درخت کو کہ جس کی ایک درجہ میں فضیلت قرآن مجید میں خود موجود ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، محض اس لئے جڑ سے کٹوا دیا تھا کہ لوگ اس کی زیارت کا زیادہ اہتمام کرنے لگے تھے۔

صاحبو! جو اساطین امت (علماء حق اہل سنت والجماعت) ہیں وہ دین کی خرابی پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے، وہ محض اپنی بدنامی کے خوف سے ہرگز خاموش نہیں ہو سکتے، اگرچہ ان سے کوئی ناراض ہو' اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ حق سن کر کوئی ناراض نہیں ہوتا اگر سمجھا کر کہا جائے' زیادہ تر جو لوگ ناراض ہوتے ہیں اس کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ناصح (سمجھانے والے) ادھوری بات کہتے ہیں جس سے عوام سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل اصل ہی کے منکر ہیں' پوری بات کہنے والے سے کوئی نہیں بگڑتا۔ اور اگر کوئی پوری بات کہنے پر بھی بگڑے تو اس میں خود زیغ (کجی اور گمراہی) ہے۔[2]

---

[1] النور ص ٣٥۔ [2] النور ص ٣٦ ملحقہ مجمع البحور۔

باب ٦

عید میلاد النبی کی رسم

اب ایک ترقی اور ہوتی ہے کہ (۱۲ ربیع الاول) کو لوگ عید منانے لگے ہیں اور اس کا نام رکھا ہے عید میلاد النبی۔ میلاد کے متعلق تو علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں جیسے براہین قاطعہ وغیرہ۔ اور احقر نے بھی اصلاح الرسوم میں مفصل بحث لکھی ہے لیکن اس نئی رسم کے متعلق جس کا نام عید میلاد النبی رکھا گیا ہے اب تک کوئی رسالہ نظر سے نہیں گذرا۔ مفصل بحث اس کے متعلق (دلائل شرعیہ کی روشنی میں کہیں) ...... نہیں کی گئی۔ آج اسی کے متعلق بیان کرنے کا ارادہ ہے۔[1]

عید میلاد النبی کی ایجاد

ایک بہت بڑی غلطی (اس ماہ میں) عید میلاد النبی کی ایجاد ہے اور یہ ایک مسلمان بادشاہ کی ایجاد ہے۔ اس نے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس

---

[1] وعظ السرور ص ١٦٥۔

کو ایجاد کیا تھا، کہ جیسے ان کے یہاں بڑے دن میں خوشی ہوتی ہے، رونق ہوتی ہے اسی طرح ہم بھی کریں گے۔ اور اس بادشاہ کی یہ رائے غلط تھی اور اس کا عمل گو سنت (اور شریعت) کے خلاف تھا مگر اس کے اہتمام سے یہ غرض حاصل تھی اور اب تو وہ بھی نہیں کیا، مٹھائی تقسیم کر دینے سے یا لوگوں کے جمع ہونے سے (غیر قوموں کا مقابلہ اور) ان کا توڑ ہو سکتا ہے؟

حضرات! اسلام کو ان عارضی شوکتوں کی ضرورت نہیں، اسلام کی تو وہ شوکت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام میں تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں نے نیا لباس بدلنے کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ۔۔۔۔ نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ (کہ ہم مسلمان ایسی قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے)۔

صاحبو! اگر ہم سچے مسلمان ہیں تو ہماری عزت سب کے نزدیک ہے، ہماری عزت سامان سے نہیں ہے اگر ہے تو بے سر و سامانی سے ہماری عزت ہے۔ [1]

عید میلاد النبی شرعی دلائل کی روشنی میں

کسی زمانہ میں جس قدر فضیلت زیادہ ہوتی ہے اسی زمانہ میں حدودِ شرع سے تجاوز کرنا اللہ اور رسول کو اسی قدر زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے اور حدودِ شرع سے تجاوز کرنے کا معیار صرف شرعی دلائل یعنی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس مجتہد ہے۔

---

[1] النور ص۴۰ ،۔

اور ان سب دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس ماہ مبارک میں جو اعمال بعض لوگوں میں رائج اور شائع ہو گئے ہیں۔ مثلاً عید میلاد (یعنی عید کی طرح خوشی منانا، جلوس نکالنا، خوب روشنی کرنا، جھنڈے نصب کرنا وغیرہ ذلک) یہ سب حدود سے تجاوز کے افراد ہیں (ان سب کی تفصیل آگے آ رہی ہے)، پس لامحالہ یہ سب اللہ و رسول کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہوں گے۔ [1]

بدعت کی پہچان

بدعت کی ایک پہچان بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن و حدیث اجماع، قیاس، چاروں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے۔ اس کی پہچان کے بعد دیکھ لیجئے کہ ہمارے بھائیوں کے جو اعمال ہیں (مثلاً یہی بارہ ربیع الاول کی رسمیں عید میلاد النبی اور عرس وغیرہ) جتنے اعمال ہیں کسی اصل سے ثابت نہیں ہیں۔ اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ یا نہیں [2]

بدعت کی قباحت کا راز یہ ہے، اس میں اگر غور کیا جائے تو پھر بدعت کے منع ہونے میں تعجب نہ ہو۔ روزمرہ میں اس کی مثال دیکھئے اگر کوئی صاحب جو گورنمنٹ کے اطاعت گذار بھی ہوں وہ گورنمنٹ کے قانون کو طبع کریں اور اخیر میں ایک دفعہ (قانون) کا اضافہ کر دیں اور (وہ قانون اضافہ شدہ) ملک و سلطنت کے لیے بے حد مفید بھی ہو تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص سزا کا مستحق ہوگا۔ پس جب

---

[1] زوال السنہ عن اعمال السنہ ، [2] تقویم الزیغ ص۲۹ اشرف الجواب ص۲۸/۲

دنیا کے قانون میں ایک قانون کا اضافہ جرم ہے، تو قانون شریعت میں ایک دفعہ (قانون) کا اضافہ جس کو شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہتے ہیں، کیوں جرم نہ ہوگا۔[1]

سنت وبدعت کا شرعی ضابطہ جس سے ہر عمل کے متعلق فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ —— یہ سنت ہے یا بدعت

ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہوں اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ جتنی چیزیں خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئی ہیں، ان میں کون سی بدعت ہے اور کون سی مندوب ومستحب اور شریعت سے ثابت ہیں اور اس سے یہ بھی واضح ہوجائے گا کہ اس خوشی کے ظاہر کرنے کا کوئی مقبول (پسندیدہ) طریقہ ہے یا نہیں، اور یہ مروجہ طریقہ بدعت ہے یا نہیں۔

ایجاد کردہ چیزوں کی پہلی قسم

پس جاننا چاہیے کہ خیر القرون کے بعد جو چیزیں ایجاد کی گئیں، ان کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی بھی جدید ہے (یعنی خیر القرون میں اس کی ضرورت کے اسباب نہیں پائے گئے) اور وہ کسی مامور بہ کی موقوف علیہ ہیں (یعنی کوئی شرعی حکم اس پر موقوف ہے) کہ ان کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل نہیں ہوسکتا۔ جیسے دینی کتابوں کی تصنیف اور مدرسوں اور خانقاہوں کی تعمیر کہ حضورؐ کے زمانے میں ان میں سے (اس انداز کی) کوئی شئی نہ تھی اور

ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور نیز یہ چیزیں ایسی ہیں کہ شرعی حکم ان پر موقوف ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمہ ضروری ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ خیر القرون میں دین کی حفاظت کے لیے جدید واسطوں میں سے کسی شئی کی ضرورت نہ تھی۔ قوتِ حافظہ اس قدر قوی تھا کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب نقش کا الحجر ہوجاتا تھا۔ فہم ایسی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی، کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریر کریں، تدین تقویٰ بھی غالب تھا۔

اس کے بعد دوسرا زمانہ آیا، غفلتیں بڑھ گئیں، قُویٰ کمزور ہوگئے ادھر اہلِ ھَوَا، (یعنی خواہش پرستوں) اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا، تدین مغلوب ہونے لگا، پس علماء امت کو دین کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہوا۔ پس اس کی ضرورت واقع ہوئی۔ کہ دین کے تمام اجزاء کی تدوین کی جائے۔ چنانچہ دینی کتابیں حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد میں تصنیف ہوئیں اور ان کی تدریس کے لیے مدارس تعمیر کیے گئے —— اس لئے کہ اس کے بغیر دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی۔

پس یہ وہ چیزیں ہوئیں کہ ان کا سبب جدید ہے کہ خیر القرون میں (یعنی صحابہؓ وتابعین کے عہد میں) نہ تھا۔ اور دین کی حفاظت اس پر موقوف ہے پس یہ اعمال گو صورۃً بدعت ہیں لیکن حقیقت میں بدعت نہیں بلکہ اس قاعدہ سے مقدمۃ الواجب واجبٌ (یعنی واجب کا ذریعہ بھی واجب ہوتا ہے اس قاعدہ سے یہ چیزیں) واجب ہیں۔[1]

---

[1] احسان التدبیر ص۱۳ اشرف الجواب ص$\frac{۳۴}{۲}$۔

[1] وعظ السرور ص۱۶۲۔

ایجاد کردہ چیزوں کی دوسری قسم

دوسری قسم کی وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے (یعنی خیر القرون عہد نبوی، عہد صحابہ و تابعین میں بھی وہ سبب موجود تھا) مثلاً مروجہ میلاد کی مجلسیں، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ بدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنے کا سبب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ پر خوشی ہے اور یہ سبب حضور کے زمانہ میں بھی موجود تھا، لیکن حضورؐ نے یا صحابہؓ نے مجلسیں منعقد نہیں کیں، کیا نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا تھا، اگر اس کا سبب اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا منشاء موجود نہ تھا، لیکن جب اس کا باعث اور سبب اور اس کی بنیاد موجود تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی میلاد کی مجلس منعقد کی، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے، ایسی شئی کا حکم یہ ہے کہ وہ صورۃً بھی بدعت ہیں اور معنیً بھی۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے سنت اور بدعت کے پہچاننے کا اس سے تمام جزئیات (اور اختلافی مسائل) کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان دونوں قسموں میں ایک عجیب فرق ہے، وہ یہ کہ پہلی قسم کی تجویز کرنے والے خواص یعنی علماء ہوتے ہیں، اور اس میں عوام تصرف نہیں کرتے۔ اور دوسری قسم کی تجویز کرنے والے عوام ہوتے ہیں اور وہی اس میں ہمیشہ تصرف کرتے ہیں۔ چنانچہ میلاد شریف کی مجلس کو ایک بادشاہ نے ایجاد کیا ہے اس کا شمار بھی عوام ہی میں سے ہے۔ اور عوام ہی اب تک اس میں تصرف کر رہے ہیں[1]

---

[1] وعظ السرور ص۱۶۴ ملحقہ مجمع البحور۔

عید منانا ایک شرعی حکم

عید ایک ایسا زمانہ ہے جس میں ہم کو بشاشت (یعنی خوشی ظاہر کرنے) کا حکم ہے اور چونکہ یہ دینی خوشی ہے اس لیے اس کے ظاہر کرنے کا طریقہ بھی دین ہی سے معلوم کرنا چاہیئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ خوشی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک دنیا کی خوشی ایک دین کی خوشی، سو دین کی خوشی پر کسی خاص ہیئت (یعنی کسی خاص طریقے سے) خوشی منانا، یہ وحی کا محتاج ہے یعنی اگر ہم کسی مذہبی خوشی میں کسی خاص طریقہ سے خوشی منانا چاہیں تو ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ شریعت نے اس موقع پر عید کرنے اور خوشی منانے کی ہم کو اجازت دی ہے یا نہیں۔ کیوں کہ اس میں اپنی رائے سے اختراع کرنا (یعنی گڑھ لینا) ایک بڑے مفسدہ (اور خرابی) کو متضمن ہوگا یعنی چونکہ اس کی اصل بناء دین ہے اس لیے عوام اس گڑھے ہوئے طریقہ کو بھی دین سمجھیں گے اور یہ بہت بڑا مفسدہ ہے۔ البتہ دنیا کی خوشی میں جب کہ اس میں کسی اور خرابی کا اندیشہ نہ ہو۔ خود اپنی تجویز سے بھی ہو سکتی ہے۔

آج کل ہندوستان میں ہمارے بھائیوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم ولادت (یعنی ۱۲ ربیع الاول) کو یوم عید منانے کی تجویز کی ہے، اور یہ خیال ان کے ذہن میں دوسری قوموں کے طرز عمل کو دیکھ کر جو اپنے مذہب کے اکابر (مقتدا و پیشوا) کے ساتھ کرتے ہیں ان ہی کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔

لیکن اس قاعدہ مذکورہ کی بناء پر لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یوم ولادت (یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن) کی خوشی دنیوی خوشی نہیں ہے بلکہ یہ مذہبی خوشی ہے۔ پس اس کے طریقہ کے متعین کرنے کے لیے

وحی الٰہی کی اجازت ضروری ہے [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مذہبی خوشی ہے

اب اس کی دلیل سنئے، کہ یوم ولادت (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن) مذہبی خوشی ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ دُنیا کا اطلاق اس خطہ زمین پر یا زیادہ سے زیادہ چند فرسخ (چند میل، کلومیٹر اوپر) ہوا پر ہوتا ہے پس اگر کوئی دنیوی خوشی ہوگی تو اس کا اثر اسی خطہ زمین تک محدود رہے گا۔ اس سے آگے نہ بڑھے گا۔ اور حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن نہ صرف زمین کی موجودات بلکہ ملائکہ، عرش، کرسی اور باشندگانِ عالم بالا سب کے سب مسرور اور شاداں (یعنی خوش) تھے ——— اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کفر وضلالت کو ختم کرنے والی اور توحید حق کی حامی تھی۔ جس کی بدولت عالم کا قیام ہے ——— آپ کا ظہور چونکہ تمام عالم کے بقا، کا سبب تھا۔ اس لیے تمام عالم میں یہ خوشی ہوئی۔ جب اس (خوشی) کا اثر دنیا سے آگے بڑھ گیا تو اس خوشی کو دنیوی خوشی نہیں کہہ سکتے۔ جب کہ معلوم ہوگیا کہ یہ دنیوی خوشی نہیں ہے بلکہ مذہبی خوشی ہے تو اس میں ضرور ہر طرح سے وحی (یعنی حکم الٰہی) کی ضرورت ہوگی یعنی اس کے وجود میں بھی اور اس کی کیفیت (اور طریقہ) میں بھی۔

اب مجوزین (یعنی عید میلاد النبیؐ کے قائلین) ہم کو دکھلائیں کہ کس وحی سے یوم ولادت کے یوم العید (یعنی آپ کی پیدائش کے دن کو عید منانے کا) حکم

---

[1] اکمال الصوم والعید ملحقہ برکات رمضان صـ ۴۸۹ ۔

معلوم ہوتا ہے اور اس کی کیا صورت تبلائی گئی ہے [1]

شریعت میں صرف دو عیدیں ہیں تیسری کوئی عید نہیں

لوگوں نے عید میلاد النبی کو اپنی طرف سے مخترع کرلیا ہے (یعنی گڑھ لیا ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالٰے نے دو عیدیں دی ہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ۔ اور لوگوں نے تیسری عید اور ایجاد کرلی۔ یہ تو جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے اچھا خاصا معارضہ (اور مقابلہ) ہوگیا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے انگریزی قانون کے موافق تعطیلیں (سرکاری چھٹیاں) مقرر ہوں، اور کاتب یا ٹائپ پریس والوں نے ایک تعطیل اور بڑھادی۔ کہ جس روز کلکٹر صاحب کا تقرر ہوا تھا اس روز بھی تعطیل کردی جائے کیونکہ بڑے حاکم ہیں۔ اس لیے ان کے تقرر کی خوشی میں مناسب ہے کہ تعطیل کردی جائے۔ تو اب اہلِ قانون سے جاکر پوچھ لو، وہ بتلائیں گے (کہ یہ شخص مجرم ہے) اس پر سخت مقدمہ قائم ہوگا۔ سو اچھی خوشی منائی۔ کہ جن کے تقرر کے لیے یہ کارروائی کی، وہی مقدمہ قائم کرتے ہیں۔ خوشی کرنا بُری بات نہیں سمجھی گئی لیکن اس میں ایک دوسرا جزء مذموم (یعنی بہت برا) ہے اور وہ گورنمنٹ کے مقرر کردہ احکام میں رعایا کو تبدیلی (کمی بیشی) کرنا ہے اور اس وجہ سے مجموعہ فاسد ہوگیا اور یہ مقدمہ قائم ہوگیا۔

اسی طرح (بارہ ربیع الاول) میں عمدہ کھانا پکانا، کپڑے بدلنا خوشی منانا، ان امور پر اپنی ذات کے اعتبار سے عتاب نہیں مگر عتاب اس امر

---

[1] اکمال الصوم والعید ملحقہ برکات رمضان صـ ۴۹۱ ۔

پر ہے کہ اس میں شریعت کے حکم کو اور قانون خداوندی کو بدلنا ہے۔ کیوں کہ رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف دو تہوار تجویز فرمائے۔ عید الفطر اور عید الاضحٰے۔ اب اس کے سوا تیسرا تہوار تجویز کرنا شریعت کا مقابلہ اور احکام شرع میں تبدیلی کرنا ہے[1]

---

[1] الوقت ملحوظہ حقوق و فرائض ص ۲۷۵ ، ملحوظہ شعبان حقیقت عبادت ص ۵۱۴ ۔

باب

عیدِ میلادُ النبی کا شرعی حکم کتاب اللہ کی روشنی میں

شریعت کے چار دلائل ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس (عید میلاد النبی کے متعلق) انشاء اللہ چاروں دلائل سے گفتگو کی جائے گی پہلے کتاب اللہ کو لیجئے۔ حق تعالے شانہ فرماتے ہیں:

اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ۔ (شوریٰ پ۲۵)

"یعنی کیا ان کے لیے شرکا، ہیں کہ انہوں نے ان کے لیے دین کی وہ بات مقرر کر دی۔ جس کی اللہ تعالے نے اجازت نہیں دی۔"

یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ دین کی بات اللہ کی اجازت کے بغیر یعنی شرعی دلیل کے بغیر کسی کو مقرر کرنا جائز نہیں (اور یہ یقینی بات ہے کہ) عید میلاد النبی دین ہی کی بات سمجھ کر بلا دلیل مقرر کی گئی ہے کیوں کہ ظاہر ہے کہ جزئی طور پر (صراحتہً) شریعت میں کہیں اس کا حکم نہیں۔ یہ امر مستحدث (یعنی نئی گھڑی ہوئی) ہے۔

اور اگر کسی کلیہ (یعنی عام ضابطہ قانون) میں داخل کر کے اس کو جائز قرار دیا جائے (تو بھی جائز نہیں کیوں کہ) اس کا سبب داعی قدیم ہے خواہ وہ سبب

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی ہو، یا اسلام کی شوکت کا اظہار ہو کچھ بھی ہو، ہم یہ کہتے ہیں کہ جب یہ سبب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و خیر القرون کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور وہ حضرات قرآن و حدیث کو خوب سمجھنے والے تھے اور ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور یہ اسباب بھی اس وقت موجود تھے یعنی خوشی کا اظہار، اور اظہار شوکت اسلام کی اس وقت بھی ضرورت تھی بلکہ اس وقت سے زیادہ ضرورت تھی، مگر ان حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کا کسی کلیہ (اور عام قاعدہ) میں داخل کرنا صحیح نہیں اور یہ بالکل نئی گھڑی ہوئی چیز ہے جس کی (شریعت میں) کچھ اصل نہیں، اور بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھ کر کیا جائے، اور اس کو یہ لوگ دین سمجھتے ہیں، پس یہ بدعت ہے اور اس کا چھوڑنا واجب ہے

(وعظ السرور ص۱۶۶)

عید میلاد النبی کا حکم احادیث نبویہ کی روشنی میں

پہلی حدیث

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ

یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں وہ شئی نکالے جو اس میں نہیں اس کا رد کرنا واجب ہے۔

جو تقریر آیت کے ذیل میں کی گئی ہے وہی یہاں بھی ہے (یعنی یہ کہ عید میلاد النبی دین کی بات سمجھ کر بلا دلیل مقرر کی گئی ہے۔

اور حدیث پاک میں نئی شئی سے مراد وہ شئی ہے جس کا سبب قدیم ہو اور پھر اس وقت عمل میں نہ آئی ہو، باقی جس کا سبب جدید ہوا اور نیز اس پر شریعت کا کوئی حکم موقوف ہو وہ ما منہ میں داخل ہو کر واجب ہے [1]

دوسری حدیث

دوسری حدیث سنئے۔ نسائی نے روایت کیا ہے۔

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تُبَلِّغُنِیْ حَیْثُ مَاکُنْتُمْ۔

(نسائی شریف)

ترجمہ، جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر کو عید مت بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو کیوں کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچے گا جہاں کہیں تم ہو گے۔

اس حدیث میں غیر عید کو خصوصیت کے ساتھ عید منانے کی ممانعت ہے شاید اس میں کوئی شبہ کرے کہ حضور کی قبر پر تو سب جمع ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جانا تو جائز ہے لیکن عید کے طرز پر جمع ہونا ممنوع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عید میں جیسے جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر مت جمع ہو، اور عید میں اس طرح جمع ہوتے ہیں کہ اس کی تاریخ متعین ہوتی ہے اور نیز اس میں تداعی یعنی اس کا اہتمام ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو وہاں

---

[1] وعظ السرور ص۱۶۷ ۔

جمع ہونے کے لیے بلاتا ہے۔ پس اس طرح جمع ہونے سے ممانعت ہے اور اتفاق سے (یعنی بغیر بلائے از خود) اجتماع ہو جائے اس کی ممانعت نہیں۔ چنانچہ روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے جو جاتے ہیں اس میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں، اس کی کوئی خاص متعین تاریخ نہیں ہے بلکہ آگے پیچھے کیف ما اتفق (یعنی جس کو جب اتفاق ہوتا ہے موقع ملتا ہے) قافلے جاتے ہیں اور زیارت کر کے چلے آتے ہیں اور نہ کچھ اہتمام ہے کہ سب کا اجتماع ضروری سمجھا جاتا ہو۔ بہر حال اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ قبر شریف پر بطور عید کے جمع ہونا ناجائز ہے۔ پس جس طرح عید مکانی (یعنی مکان کے اعتبار سے مثلاً قبر شریف کو عید بنانا) ممنوع اور ناجائز ہے اس طرح عید زمانی (یعنی زمانہ کے اعتبار سے مثلاً ربیع الاول میں عید منانے کی) ممانعت ہوگی۔ [1]

تنبیہ! اس حدیث کی روشنی میں درود شریف جو کبھی فرض اور واجب بھی ہوتا ہے جب اس کے لیے عید کے طرز پر جمع ہونا جائز نہیں ہے تو کسی اور گھڑی ہوئی غرض کے لیے جمع ہونا کیسے جائز ہوگا۔ [2]

تیسری حدیث شریف

تیسری حدیث لیجئے، مسلم شریف کی روایت ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنَ اللَّيَالِي وَلَا تَخْتَصُّوْا

---

[1] السرور ص۱۷۰ ، [2] ایضاً ص۱۷۱۔

لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام راتوں میں سے جمعہ کی رات کو شب بیداری کے ساتھ خاص مت کرو اور تمام دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ کے ساتھ خاص مت کرو۔ مگر یہ کہ اس دن (اور اس تاریخ) کو تم میں سے پہلے سے کوئی روزہ رکھتا ہو۔

اس حدیث سے یہ قاعدہ نکلا کہ جو خصوصیت منقول (اور شریعت سے ثابت) نہ ہو، وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے۔

یہ فرعی گفتگو ہے یہاں تو صرف اس قاعدہ کو مستنبط کرنا مقصود ہے کہ "ایسی تخصیص جو غیر منقول (یعنی شریعت سے ثابت نہ ہو) دین کے اندر جائز نہیں" اور یہ قاعدہ سب کے نزدیک صحیح ہے۔ جو لوگ جمعہ کے دن روزہ کو صحیح قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک بھی اس قاعدہ کی صحت میں کلام نہیں۔ (یعنی بالکل صحیح ہے)۔

اس کے بعد یوم ولادت (۱۲ ربیع الاوّل) کو عید منانے کی تخصیص دیکھئے کہ یہ تخصیص کیسی ہے؟ ظاہر ہے کہ منقول نہیں (شریعت سے ثابت نہیں) اور نہ ہی یہ تخصیص بطور عادت (وانتظام) کے ہے بلکہ اس کو دین کی بات سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جو اس کو نہ کرے اس کو بددین سمجھتے ہیں، اس پر ملامت کرتے ہیں ——— الغرض اس کو دین سمجھتے ہیں۔ پس یہ دین میں تخصیص ہوئی اور غیر منقول ہے (یعنی شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور ایسی تخصیص کی ممانعت حدیث شریف میں بیان ہو چکی)۔

خلاصہ یہ کہ یہ تخصیص ناجائز ہے۔[1]

چوتھی حدیث

حدیث شریف میں ہے کہ عید کے روز کچھ لڑکیاں کھیل رہی تھیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور ان لڑکیوں کو ڈانٹا۔

حضور نے فرمایا اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا ھٰذَا عِیْدُنَا یعنی اے عمر منع نہ کرو، ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث شریف میں ان کے کھیلنے کی اباحت (یعنی جائز ہونے کی) علت یہ فرمائی ہے کہ یہ ہماری عید ہے۔ جوازِ لعب (یعنی کھیل جائز ہونے کو) یوم عید سے معلل فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عید کے ساتھ خاص ہے۔ سو اگر ہر شخص کو عید منانا جائز ہو تو ہر روز ایسا لعب (کھیل) جائز ہوگا، اور منصوص تخصیص (یعنی عید کے دن کی خصوصیت جو حضور نے فرمائی ہے) باطل ہو جائے گی جس سے شارع کے کلام کا لغو ہونا لازم آئے گا۔[2]

عید میلاد النبی کی ممانعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے

جو باتیں آج کل لوگوں نے گڑھ لی ہیں یعنی عید میلاد وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ان باتوں کی تعلیم نہیں دی بلکہ صراحۃً منع فرمایا ہے

---

[1] السرور ص۱۶۱ ۔ [2] وعظ السرور ص۱۷۴، مجمع البحور، اشرف الجواب ۔

اور اصول شریعت سے یہ بات تبلائی جاچکی ہے کہ یہ فعل بالکل ناجائز اور بدعت وضلالت ہے، مگر اس دفعہ مجھے ایک حدیث اس کے متعلق بہت صریح ملی ہے جس سے صاف صاف اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، وہ یہ ہے ..

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا

اس حدیث سے عید میلاد کی نفی نہایت واضح ہے اور میرے لیے یہ حدیث بالکل تسلی بخش ہے، دوسروں کے لیے تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کرتا ہوں۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے "کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ"

پہلے بطور مقدمہ (اور تمہید) کے اس کو سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو بہت کچھ شرف حاصل ہے کیوں کہ جسد اطہر (آپ کا جسم مبارک) اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود جسم و روح کے ساتھ اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیوں کہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث شریف میں بھی نص ہے ———— کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں ———— انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہید کی شہادت سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے ———— الغرض یہ بات باتفاقِ امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں ————

اور علماء نے (اس کی بھی) تصریح کی ہے کہ وہ بقعہ شریفہ (یعنی زمین کا وہ حصہ جس سے جسم مبارک مس کیے ہوئے ہے تمام اماکن (مقامات) سے افضل

ہے (حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہے کیوں کہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالےٰ شانہٗ بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تو بے شک وہ جگہ سب سے افضل ہوتی۔ مگر خدا تعالےٰ مکان سے پاک ہے ——— الغرض بقعۂ وقبر شریف تمام اماکن سے افضل ہے۔

اب اسکے بعد سمجھئے کہ قبر شریف (جس کے اتنے فضائل ہیں جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور وہ زمین کا حصہ عرش الٰہی سے افضل ہے) وہ بلا اختلاف بعینہ باقی ہے اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا اور یوم الولادت' اور یوم المعراج' یوم البعث (یعنی جس دن آپ کی پیدائش ہوئی یا جس دن آپ کو نبوت ملی یا معراج ہوئی وہ دن) یقینا باقی نہیں کیوں کہ زمانہ غیر قار ہے وہ دن جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی' اب یقیناً نہیں لوٹتا بلکہ اس کا مثل لوٹتا ہے۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔

اس کے بعد سمجھو کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کو عید بنانے سے منع فرما دیا اور اس کا عید بنانا حرام ہو گیا جو کہ یقیناً باقی ہے۔ تو ان چیزوں کا عید بنانا جو کہ بعینہ باقی نہیں کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ میرے نزدیک تو اس حدیث سے عید میلاد کی صراحۃً نفی ہوتی ہے' اب بھی کسی کو اس کی حرمت میں شک ہو تو وہ جانے اور اس کا کام جانے اور اس تقریر سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بلاغت اور کلام کی جامعیت بھی واضح ہو گئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر قبر ہی کو عید بنانے سے کیوں منع فرمایا؟ سو اس لیے منع فرمایا کہ اس کی فضیلت و شرافت تو معین اور یقینی ہونے کی وجہ سے سب کو تسلیم ہے۔ جب ایسی چیز کی بابت کوئی حکم بیان کر دیا جائے گا ——— اس پر ادنیٰ کو قیاس کر کے بقیہ سب چیزوں کا حکم معلوم ہو جائیگا۔ (وعظ الحبور ص۲۳)

عید میلاد النبی اور اجماع امّت

قرآن وحدیث سے تو عید میلاد النبی کی ممانعت اور اس کا بدعت ہونا ثابت ہو چکا۔ اب رہا اجماع۔ سو اس سے بھی (اس کی ممانعت) ثابت ہے۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ:

قاعدہ اصولیہ ہے کہ تمام امت کا کسی امر کے ترک پر متفق ہونا (یعنی پوری امت کا کسی کام کو نہ کرنا) یہ اجماع ہوتا ہے' اس کے عدم جواز پر (یعنی یہ کہ وہ کام ناجائز ہے) چنانچہ فقہاء نے جا بجا اس قاعدہ سے استدلال کیا ہے جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو ہمیشہ ترک کرنے سے استدلال کرتے تھے۔ مثلاً وہ فرماتے تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھی لیکن اس میں اذان وتکبیر نہیں تھی۔

اسی طرح جس شئ کو پوری امت نے ترک کر دیا ہو (یعنی اس کام کو نہ کیا ہو) اس کا ترک کر دینا واجب ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے عیدین کی نماز کو اذان وتکبیر کے بغیر کہا ہے۔ پس اگر یہ قاعدہ تسلیم نہیں ہے تو آج سے عیدین میں اذان اور تکبیر کا بھی اضافہ کر دینا چاہئے۔ اور اگر تسلیم ہے تو اس قاعدہ سے اور جگہ بھی کام لو۔

اس پر ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ تمام امت نے عید میلاد النبی کو ترک نہیں کیا اس لیے کہ امتی تو آخر ہم بھی ہیں سو ہم اس کو کرتے ہیں۔ پس اجماع کہاں رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس امر پر گذشتہ زمانہ میں پوری امت کا اتفاق متحقق ہو چکا ہو۔ اب اس اتفاق کو بعد کا اختلاف نہ اٹھائے گا۔ اختلاف متاخر اتفاق متقدم کا رافع نہیں۔ پس جب تم لوگوں

نے اس کو ایجاد نہیں کیا تھا۔ اس وقت تک تو امت کا اس کے ترک پر اتفاق تھا۔ اب وہ اتفاق مرتفع نہیں ہو سکتا۔

اس قاعدہ کی ایک جزئی اور ہے وہ یہ کہ علمائے حنفیہ نے نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں رکھا اور دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہ اور تابعین سے ثابت نہیں۔

غرض یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ امت کا کسی امر کو ترک کرنا اس کے عدم جواز کی دلیل ہے۔ پس بفضلہ تعالیٰ اجماع امت سے بھی ثابت ہو گیا کہ یہ عید میلاد النبی بدعت اور امر مخترع ہے اس کا ترک کرنا واجب ہے [1]

عید میلاد النبی قیاس اور اجتہاد کی روشنی میں

اب رہا قیاس۔ تو قیاس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ قیاس جو مجتہد سے منقول ہو، اور ایک وہ جو مجتہد سے منقول نہ ہو، اور یہ قاعدہ ہے کہ غیر مجتہد کا قیاس مقبول نہیں۔ یہ اُن واقعات میں ہے جو مجتہدین کے زمانہ میں پائے گئے ہیں۔

اور جو نئے واقعات پیش آئیں، ان میں غیر مجتہد کا قیاس معتبر ہے۔ چنانچہ جس قدر نئی تجارتیں اور ایجادات اس زمانہ میں ہوئی ہیں۔ سب کا حکم قیاس ہی سے ثابت ہوتا ہے۔

دوسرے ہم کو قیاس کی ضرورت تو جب تھی جب کہ سلف کے کلام میں اس سے تعرض نہ ہوتا۔ کیوں کہ ان حضرات کا قیاس ہمارے قیاس پر مقدم ہے [2]

(کیوں کہ حضرات سلف علم میں، فراست میں، تقویٰ میں، زہد میں، جہد فی الدین میں۔ غرض سب باتوں میں ہم سے بڑھے ہوئے تھے۔ تو تعارض کے وقت ان

---

[1] وعظ السرور ملحقہ مجمع البحور ص۱۷۵ ۔ [2] السرور ص۱۷۶ ۔

کا اجتہاد مقدم ہوگا [1]

اور حضرات سلف کے کلام میں اس سے (یعنی عید میلاد النبی سے) تعرض ہے چنانچہ تبعید الشیطان (ابن قیمؒ کی) اور صراط مستقیم (ابن تیمیہؒ کی) اس میں بہت زور و شور سے اس پر گفتگو کی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ کسی زمان یا مکان کو عید بنانا ممنوع ہے [2]

ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ

ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ استاد شاگرد ہیں۔ دونوں بڑے عالم ہیں یہ دونوں حنبلی مشہور ہیں مگر حنبلی ہیں نہیں۔ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مجتہد ہونے کے مدعی ہیں۔ ایسا محقق کسی بات میں ائمہ مجتہدین کے خلاف کرے تو مضائقہ نہیں [3]

ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ بھی بزرگ ہیں، عالم ہیں، متقی ہیں، اللہ و رسول پر فدا ہیں دین پر جان نثار ہیں۔ مگر ان میں فطرۃً تیز مزاج ہونے کی وجہ سے تشدد ہو گیا ابن قیمؒ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ نسبت (بزرگ) تھے [4]

عید میلاد النبی اصول فقہ کی روشنی میں

جاننا چاہیئے کہ جس قدر عبادتیں شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں، ان کے اسباب بھی مقرر فرمائے ہیں اور اس اعتبار سے مأمور بہ کی (یعنی جن اعمال کا

---

[1] دعوات عبدیت ص۱۰/۱۴۲ ۔ [2] السرور ص۱۷۶ ۔ [3] حسن العزیز ص۳۵۸/۴ ۔
[4] الافاضات الیومیہ ص۳۳۶/۹ ۔ [2] ملفوظات خیرت ص۱۹/۲ ۔

حکم دیا گیا ہے ان کی) چند قسمیں نکلتی ہیں۔

۱۔ اول تو یہ کہ سبب میں تکرار ہو یعنی (اس عمل کا) سبب بار بار پایا جاتا ہو۔ تو سبب کے مکرر (یعنی بار بار پائے جانے کی) وجہ سے مسبّب (یعنی وہ حکم) بھی بار بار پایا جائے گا۔ مثلاً نماز (واجب ہونے) کے لیے وقت سبب ہے۔ پس جب وقت آئے گا، نماز بھی واجب ہو گی۔

اسی طرح رمضان کا مہینہ پا یا جانا رمضان کے روزوں کے لیے سبب ہے جب بھی رمضان ہو گا، روزہ واجب ہو گا۔ اور مثلاً عید کی نماز کے لیے عیدالفطر اور قربانی کے لیے یوم اضحیہ (یعنی قربانی کا دن دسویں ذی الحجہ) بھی اسی باب سے ہے۔

۲۔ دوسری قسم یہ کہ مسبّب بھی ایک ہو اور سبب بھی ایک ہو جیسے بیت اللہ شریف۔ حج کے لیۓ چونکہ سبب (یعنی بیت اللہ) ایک ہے اس لیے مامور بہ یعنی حج بھی عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ یہ دونوں قسمیں مدرک بالعقل (یعنی عقل سے سمجھ میں آتی ہیں) کیوں کہ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ سبب کے تکرار سے مُسبّب بھی مکرر ہو۔ اور سبب کے ایک ہونے سے مُسبّب (یعنی حکم بھی) ایک ہو۔

۳۔ تیسری قسم یہ ہے کہ سبب تو ایک ہو اور مسبب (یعنی حکم) کے اندر تکرار ہو جیسے حج کے طواف میں رمل کا اصل سبب تو قوت کو دکھلانا تھا۔ اب وہ قوت کو دکھلانا تو ہے نہیں۔ اس لیے کہ اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ جب مدینہ طیبہ سے مسلمان حج کے لیے مکہ معظمہ آئے تو مشرکین نے کہا تھا کہ ان لوگوں کو یثرب (مدینہ) کے بخار نے کمزور اور بودہ کر دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ طواف میں رمل کریں یعنی شانے (کاندھے) ہلاتے ہوئے

اکڑ کر طواف کریں تاکہ ان کو مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ ہو۔ اب وہ سبب تو نہیں لیکن مامور بہ یعنی طواف میں رمل کا حکم اپنے حال پر باقی ہے۔ یہ امر غیر مدرک بالعقل ہے (یعنی عقل سے نہیں سمجھا جا سکتا ہے، بلکہ شریعت اس کا فیصلہ کرتی ہے) اور جو امر خلاف قیاس (خلاف عقل) ہوتا ہے اس کے لیے نقل اور وحی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ عید میلاد النبی کا سبب کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ حضور کی ولادت کی تاریخ ہونا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تاریخ گذر گئی یا بار بار آتی ہے؟ ظاہر ہے کہ خاص وہ تاریخ جس میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی گذر گئی) ختم ہو گئی۔ کیوں کہ اب جو بارہ ربیع الاول کی تاریخ آتی ہے وہ اس خاص یوم ولادت کے مثل (اور مشابہ) ہوتی ہے نہ کہ بعینہ (وہی تاریخ کیوں کہ وہ وقت گذر چکا) اور یہ تو بالکل ظاہر بات ہے (اس میں دلیل کی ضرورت نہیں) پس مثل (اور مشابہ) کے لیے وہی حکم ثابت ہونا کسی نقلی (اور شرعی) دلیل (یعنی وحی) کا محتاج ہو گا۔ غیر مدرک بالعقل ہونے کی وجہ سے اس میں قیاس حجت نہیں ہو گا لیکن یہاں ایک اور شبہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پیر کا روزہ رکھا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روزہ تو خود منقول ہے اور آپ نے وحی سے روزہ رکھا ہے اس لیے اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔[1]

عید میلاد النبی عقلی دلائل کی روشنی میں

اب ہم عید میلاد النبی کے متعلق عقلی (لیکن اصولی) گفتگو کرنا چاہتے ہیں

---

[1] وعظ السرور ص۱۵۵ ۔

اس لیے کہ ان لوگوں میں بعض عقل پرست بھی ہیں اور وہ اس عید میں کچھ عقلی مصلحتیں پیش کیا کرتے تھے جو ملک اور قوم کی طرف راجع ہیں۔ اس لیے ہم اس طرز پر اس مسئلہ کو بیان کیے دیتے ہیں۔

وہ یہ کہ (بعض حضرات کہتے ہیں کہ عید میلاد النبی سے مقصود) اہل کتاب — (عیسائیوں) کا مقابلہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن عید کرتے ہیں (اور عیسیٰ علیہ السلام کی یوم پیدائش میں جشن مناتے ہیں اس لیے) ہم بھی مقابلہ کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش میں عید کرتے ہیں۔ تاکہ اسلامی شوکت ظاہر ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو اس وقت کسی درجہ میں صحیح ہوتا کہ جب ہمارے یہاں اظہار شوکت کے لیے کوئی شئی نہ ہو۔ ہمارے یہاں جمعہ، عیدین سب شعائر اسلام کے اظہار کے لیے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ان کا مقابلہ ہی کرنا مقصود ہے تو ان کے یہاں تو اور دنوں میں بھی عیدیں اور میلے ہوتے ہیں تم کو بھی چاہیئے کہ ہر ہر دن کے مقابلہ میں تم بھی عید کیا کرو۔

اسی طرح عاشورا، (دسویں محرم) کے دن تعزیہ داری بھی کیا کرو تاکہ شیعہ حضرات کا مقابلہ ہو، چنانچہ بعض جاہل محض مقابلہ کے لیے ایسا کرتے بھی ہیں اور جناب اگر یہی مصلحت ہے تو ہندوؤں کے یہاں ہولی، دیوالی ہوتی ہے، تم بھی ان کے مقابلہ کے لیے ہولی، دیوالی کیا کرو۔

میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں (جو حدیث شریف میں آیا ہے) اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کا قاعدہ (دوسروں کی تقلید میں عید بنانے والا) بالکل — بے اصل ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، کفار نے ایک درخت بنا رکھا تھا اس پر ہتھیار لٹکاتے تھے۔ اور اس کا نام ذات الانواط رکھا تھا۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اِجعل لنا ذات انواط یعنی یا رسول اللہ ہمارے لیے بھی اب ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے تاکہ ہم اس پر ہتھیار، کپڑے وغیرہ لٹکا دیا کریں۔

دیکھئے بظاہر اس میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ کسی درخت پر کپڑے یا ہتھیار لٹکا دینا ایک امر مباح (جائز کام) ہے اس میں تشبہ بھی کچھ نہیں لیکن چونکہ ظاہری صورت میں ان کی مشابہت تھی اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا، سبحان اللہ! یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ۔

پس جب اتنی مشابہت کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا تو جس صورت میں ان کی پوری شکل بنائی جائے (ان ہی کی پوری تقلید کی جائے) یہ تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔[1]

الہامی دلیل

ہم نہ خوشی مناسکتے ہیں کیوں کہ آپ کی وفات بھی اس دن
ہوئی ہے اور نہ غمی مناسکتے ہیں کیوں کہ آپکی پیدائش بھی اس دن ہوئی ہے

اب میں ایک اور دلیل بیان کرتا ہوں جو کہ الہامی دلیل ہے اور اس کے

---

[1] وعظ السرور، مجمع البحور ص ۱۵۶۔

بیان سے فخر کرنا مقصود نہیں بلکہ ہر امر جو شریعت کے خلاف نہ ہو اور کہیں مدوّن بھی نہ ملا ہو اور وہ قلب میں القا ہو، تو اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام سمجھا جائے گا۔

وہ دلیل یہ ہے کہ عجیب اتفاق ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت اور یوم وفات (یعنی آپ کی پیدائش اور آپ کے وصال کا دن اور اسی طرح ولادت اور وفات کا مہینہ (یعنی ربیع الاول) بالاتفاق دونوں ایک ہی ہیں اور وصال و وفات کی تاریخ بھی مشہور قول کے مطابق ایک ہی ہے۔ (ایسا کیوں؟)

تعجب نہیں کہ اس اتحاد میں اس طرف اشارہ ہو کہ کوئی شخص اس دن (بارہ ربیع الاول) کو نہ یوم العید بنائے نہ یوم الحزن (یعنی نہ خوشی منائے نہ سوگ اور غم منائے) کیوں کہ اگر کوئی اس کو یوم العید بنانا چاہے تو وفات کا خیال خوشی سے مانع ہو جائے اور اگر کوئی یوم الحزن (غمی کا دن) بنانا چاہے تو ولادت شریفہ کا خیال رنج سے مانع ہو جائے۔ اس دلیل سے بھی (۱۲ ربیع الاول کے) یوم العید ہونے کی جڑ کٹ گئی۔

اور چونکہ ان دونوں واقعوں سے زیادہ کوئی اور واقعہ خوشی اور غم کا نہیں ہے (آپ کی پیدائش سے زیادہ خوشی کسی اور واقعہ میں نہیں اور آپ کی وفات سے زیادہ رنج کسی حادثہ میں نہیں) جب ان ہی کے زمانہ میں یوم العید اور یوم الحزن (یعنی عید بنانے اور ماتم کرنے) کی جڑ کٹ گئی تو اور واقعات کے زمانوں کے لیے تو بدرجۂ اولیٰ جڑ کٹ گئی۔

اگر شرعی دلائل موجود نہ ہوتے تو ہم اس دلیل کو کوئی چیز نہ سمجھتے لیکن چونکہ اب یہ شریعت کے موافق ہے اس لیۓ ہم اس پر خدا کا شکر کرتے ہیں۔

(النور ملحقہ مواعظ میلاد النبی مطبوعہ لاہور ص۱۷۷)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ اور برتھ ڈے منانا آپ کی توہین ہے

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم سالگرہ (برتھ ڈے) کے طور پر خوشی مناتے ہیں تو میں کہوں گا کہ ایسا کرنے والے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت بے ادبی اور گستاخی کر رہے ہیں۔

صاحبو! کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس جلالت وعظمت کے ساتھ دنیا کے بادشاہوں پر جن کو حضور سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ کہ اس کی خوشی کے لیے بس ایک دنیوی رذیل سامان (اور گھٹیا درجہ کا طرز عمل) اسی طرح کا کرتے ہو جیسا ان بادشاہوں کے لیے کیا کرتے ہو؟

مجھے اس موقع پر ایک بزرگ کی حکایت یاد آگئی (جو اگرچہ فرضی معلوم ہوتی ہے لیکن سمجھانے کے لیے مفید ہے) کہ وہ جنگل میں رہتے تھے ایک کُتیا پال رکھی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ کتیا نے بچے دیئے تو آپ نے تمام شہر کے معزز لوگوں کو مدعو کیا لیکن ایک بزرگ شہر میں رہتے تھے ان کو نہیں بلایا ان بزرگ نے بے تکلفی کی وجہ سے دوستانہ شکایت کی۔ تو ان بزرگ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ حضرت میرے یہاں کتیا نے بچے دیئے تھے اس کی خوشی میں دنیا کے کتوں کی دعوت کر دی اور یہ سخت گستاخی تھی کہ میں ان دنیا کے کتوں کے ساتھ آپ کو مدعو کرتا۔ جس روز میرے اولاد ہو گی اور مجھ کو خوشی ہو گی اس دن آپ کو مدعو کروں گا' ان کتوں میں سے ایک کو بھی نہ پوچھوں گا۔ جب اولیاء اللہ کے ساتھ دنیا داروں جیسا برتاؤ کرنا بے ادبی ہے تو سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دنیا داروں جیسا برتاؤ کرنا کیسے بے ادبی نہ ہو گی۔؟

(اکمال الصوم والعید ملحقہ برکات رمضان ص۴۹)

باب ۸

عیدمیلادالنبی کے قائلین جواز کے دلائل اوران

کا تحقیقی جائزہ

اب عیدمیلادالنبی کی ایجاد کرنے والوں کے دلائل اوران کے جوابات سنیئے دلائل کی نسبت ان کی طرف میں نے اس احتمال سے کردی کہ شاید ان میں سے کبھی کوئی ان سے استدلال کرنے لگے ورنہ میں نے یہ دلائل ان سے منقول نہیں دیکھے بلکہ اگر وہ توبرسوں کوشش بھی کریں توان کو ایک دلیل بھی میسر نہ ہو۔ اس واسطے جی تو نہ چاہتا تھا کہ ان کو دلائل دیئے جائیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ کسی کو گنجائش نہ رہے اس لیے ان دلائل کو جواب کے ساتھ نقل کیئے دیتا ہوں۔

(السرور ص۱۷۶)

اہل بدعت سے گفتگو کا طریقہ

اہل بدعت سے جب گفتگو کرو تو فقہ سے کرو، اس میں ان کو گنجائش نہیں ملتی۔ قرآن مجید متن ہے جس کے مختلف محامل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح حدیث بھی ذو وجوہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے اہل بدعت جب تمسک کریں گے (یعنی استدلال کریں گے) قرآن حدیث سے کریں گے۔ مثلاً قیام میلاد کے بارے میں وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ سے کریں گے۔

اہل بدعت کو الزامی جواب دینا چاہیئے کیوں کہ وہ حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتے یا سمجھ نہیں سکتے، ہاں اگر کوئی فہیم (سمجھ دار) ہو اور سمجھنا چاہتا بھی ہو تو اس کو حقیقت بتلادی جائے (یعنی تحقیقی جواب دے دیا جائے)۔

(التبلیغ ص ۴۹/۱۲)

کسی آیت وحدیث سے مروجہ عیدمیلادالنبی کا استدلال

درست نہیں

اگر کوئی آیت قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ الآیۃ یا دوسری کسی آیت سے استدلال کرے تو میں کہوں گا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور تمام عالم سے (بلکہ پوری امت میں سب سے زیادہ) کلام مجید کو سمجھتے تھے، ان کی سمجھ میں یہ مسئلہ کیوں نہیں آیا؟ خصوصاً جب کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی ان کے رگ وریشہ میں سرایت کی ہوئی تھی۔ اسی طرح (صحابہ کے بعد) تابعین رحمہم اللہ جن میں بڑے بڑے مجتہدین بھی ہوئے ہیں ان کی نظر یہاں تک کیوں نہ پہونچی؟

(اکمال الصوم والعید ص۴۹)

ایک آیت سے استدلال اوراس کا جواب

اہل بدعت آیت قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا سے استدلال کرسکتے ہیں اس طرح کہ اس آیت سے فرحت کا مامور بہ ہونا (یعنی خوش ہونے کا حکم) ثابت ہوتا ہے اور یہ عیدمیلادالنبی بھی اظہار فرحت (یعنی خوشی ظاہر کرنے کے لیے) ہے لہٰذا جائز ہے۔

اس کا جواب ظاہر ہے کہ اس آیت سے تو صرف فرحت کا مامور بہ ہونا یعنی

خوش ہونا، نکلا اور گفتگو تو اس خاص ہیئت (خاص طریقہ) میں ہے (مثلاً جلسہ جلوس کا اہتمام کرنا، جمع ہو کر عید کی طرح خوشی منانا) اور اس آیت سے اس (خاص طریقہ کو) کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور اگر کسی کلیہ (عام قاعدہ) میں اس کا داخل کرنا صحیح ہو تو فقہاء نے کتب فقہ میں جن بدعات کو روکا ہے وہ بھی کسی نہ کسی ایسے ہی کلیہ (عام ضابطہ) میں داخل ہو سکتی ہے۔ چاہیئے کہ وہ بھی جائز ہو جائیں (مثلاً عیدین کی نماز میں اذان وتکبیر بھی جائز ہو جائے) حالانکہ کتب فقہ جو فریقین کے نزدیک مسلّم (اور صحیح قابل تقلید) ہیں ان میں ان کی ممانعت صراحۃً مذکور ہے۔

(الغرض) ہم جس بات کو ناجائز کہتے ہیں وہ خاص ہیئت ہے (یعنی مخصوص مروج طریقہ، مثلاً جلوس نکالنا، جمع ہو کر خوشی منانا، عید کی طرح اچھے کپڑوں کا اہتمام کرنا) ہم تو اس کو منع کرتے ہیں۔ اور آیت فلیفرحوا سے جو فرحت ثابت ہوتی ہے وہ مطلق فرحت ہے۔ پس یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ فرحت (خوشی) کو منع کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ (السرور ص۱۲۶)

آیت مائدہ سے استدلال اور اس کا جواب

عید میلاد النبی کے جواز پر) ایک استدلال اس آیت سے ہو سکتا ہے۔

" اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ الٰی قولہ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ.

(مائدہ پ۷)

ترجمہ:۔ یاد کرو اس وقت کو جب کہ حواریین نے عرض کیا، اے عیسیٰ بن مریم کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے ہم پر کچھ کھانا نازل فرمائیں۔ (عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا تک) کہ اے اللہ ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمایئے کہ وہ مائدہ ہمارے لیے عید بن جائے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد میں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک قدرت کی نشانی ہو۔

(وعظ السرور ص۱۵۱ بیان القرآن ص۷۳/۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ میں نعمت عطا ہوئی ہو، اس کو عید بنانا جائز ہے اور ہمارے اصول میں یہ طے ہو چکا ہے کہ گذشتہ امتوں کی شریعتیں اگر حق تعالیٰ ہم پر نقل فرما کر انکار نہ فرما دیں تو وہ ہمارے لیے حجت ہے اور یہاں کوئی انکار نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عطاء نعمت کی تاریخ (جس تاریخ کو کوئی نعمت عطا ہوئی ہو اس) کو عید بنانا جائز ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ظاہر ہے کہ نعمت عظیمہ (بہت بڑی نعمت) ہے لہذا آپ کی تاریخ ولادت کو عید بنانا جائز ہوگا۔ ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ اس امر پر انکار اسی جگہ ہو جہاں وہ منقول ہے۔ دیکھئے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ الآیۃ میں سجدہ تحیہ (یعنی سلامی اور تعظیمی سجدہ) منقول ہے۔ اور سجدہ تحیہ تعظیمی ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکا۔ لیکن یہاں اس آیت میں انکار منقول نہیں۔ اس کے لیے دوسرے دلائل ہیں۔

اسی طرح یہاں سمجھئے کہ جو آیت واحادیث ہم نے عید بنانے کی ممانعت

میں اپنے دلائل میں بیان کی ہیں وہ اس پر انکار کے لیے کافی ہیں۔ یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے جب کہ آیت کے معنی یہی ہوں جو مستدِل (استدلال کرنے والے) نے بیان کیئے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ نزول مائدہ کی تاریخ کو (یعنی جس دن آسمان سے کھانا نازل ہوا اس تاریخ کو) عید بنا دیں اس لیے کہ تکوّن میں ضمیر مائدہ کی طرف راجع ہے پس معنی یہ ہیں کہ تکون المائدة سروراً لنا یعنی وہ مائدہ (خوان اور کھانا) ہمارے لیے سرور (خوشی) کا باعث ہو جائے۔

(عید کے معنی سرور خوشی کے ہیں) متعارف (مروج) عید کے معنی مراد نہیں (نہ کسی مفسر نے متعارف عید کو مراد لیا ہے) بلکہ عید کا اطلاق مطلق سرور (خوشی) پر بھی آتا ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ جہاں کہیں لفظ عید آئے اس سے عید میلاد النبی ہی مراد ہو۔ (وعظ السرور ملحقہ مجمع البحور ص۱۵۲ لاہور)

ایک اور آیت سے استدلال اور اس کا جواب

(عید میلاد النبی کے جواز پر ایک) استدلال اس قصہ سے ہو سکتا ہے کہ جب آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیۃ نازل ہوئی تو ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ آیت عید ہی کے دن نازل ہوئی ہے یعنی یوم جمعہ اور یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کو نازل ہوئی ہے۔ اور ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے

نَزَلَتْ فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ وَیَوْمِ عَرَفَةَ (یعنی یہ آیت عرفہ اور جمعہ کے دن نازل ہوئی ہے۔

یہ حدیث کا مضمون ہے۔ اس حدیث سے استدلال اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عید بنانے پر انکار نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عطاء نعمت کی تاریخ کو (یعنی جس تاریخ کو بڑی نعمت حاصل ہو اس تاریخ کو) عید بنانا جائز ہے۔ اگرچہ یہ استدلال ان (اہل بدعت) کو قیامت تک بھی نہ سوجھتا لیکن ہم نے تبرعاً نقل کیا ہے کہ ان کو اس میں بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو جواب یہی ہے کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ انکار نہیں کیا۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ انکار یہاں ہی منقول ہو۔ چنانچہ ہمارے فقہا، نے عرفہ کے دن حاجیوں کی مشابہت سے جمع ہونے پر انکار فرمایا ہے۔ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ اسی مقام پر انکار کریں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تحصیب لیس بشیٔ کہا ہے حالانکہ وہ منقول بھی ہے مگر صرف عادت کو عبادت سمجھنے سے انہوں نے یہ انکار فرمایا۔ تو غیر منقول کو قربت سمجھنا تو ان کے نزدیک زیادہ منکر ہوگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حدیبیہ کے (مخصوص) درخت کے اجتماع پر انکار کرنا مشہور ہے۔ پس دونوں) حضرات کا منقول ایسے امور پر ثابت ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ یہودی تھا اس کو خاص طور پر الزامی جواب دیا کہ ہمارے یہاں تو پہلے سے عید ہے۔ بلکہ اس جواب سے خود معلوم ہوتا ہے کہ عید منانا جائز نہیں۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری شریعت میں چونکہ تعیید (یعنی اپنی طرف سے عید بنانا) جائز نہیں۔ اس لیے ایسے عوارض سے ہم کسی دن کو اپنی طرف سے عید نہیں بنا سکتے تھے مگر خدا تعالیٰ

نے پہلے ہی سے اس دن کو عید بنا دیا۔

(وعظ السرور، مواعظ میلاد النبی ص۱۵۳)

جب آیت الیوم اکملت الخ نازل ہوئی۔ تو ایک یہودی کہنے لگا۔ ہم پر اگر یہ آیت نازل ہوتی تو ہم تو اس دن عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ — دیوانہ ہو گئے ہو۔ ہمیں عید علیحدہ منانے کی کیا ضرورت، یہ تو خود عید کا دن ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) تھی۔ سب لوگ عرفات میں تھے۔ (الوقت ملحقہ حقوق و فرائض ص۴۷۶)

ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب

(عید میلاد النبی کے جواز پر ایک استدلال وہ) اس حدیث سے کر سکتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیر (سوموار) کے دن روزہ رکھا کسی نے وجہ پوچھی تو یہ ارشاد فرمایا ذٰلِكَ الیوم الذی وُلِدتُ فِیهِ یعنی میں اس دن پیدا ہوا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت (پیدائش کا دن) عبادت اور قربت کا دن ہے۔ ولادت پر فرحت و سرور قربت (عبادت) ہے لہٰذا یہ جائز ہے

اس کے بھی دو جواب ہیں۔ اول تو یہ کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یوم ولادت (یعنی پیدائش کا دن) ہونا روزہ رکھنے کی علت ہے اس لیے کہ دوسری حدیث میں اس کی علت یہ منقول ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعرات اور پیر کو نامہ اعمال پیش ہوتے ہیں تو میرا جی چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کی علت عرض اعمال (یعنی اعمال کا پیش ہونا) ہے۔ پس جب یہ علت ہوئی تو ولادت کا ذکر فرمانا محض حکمت ہوگا۔ اور حکم کا مدار علت ہوتی ہے (نہ کہ حکمت) اب آپ لوگ جو دیگر قربات (عبادتوں) کو قیاس کرتے ہو، تو تم نے حکمت کو اصل علت ٹھہرا دیا۔ حالانکہ حکمت کے ساتھ حکم دائر نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حکم کی علت یہی ہے لیکن — علت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علت جو اپنے مورِد کے ساتھ خاص ہو۔ اور ایک وہ جس کا تعدیہ دوسری جگہ بھی ہو۔ اگر یہ علت متعدّیہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس دن میں تلاوت قرآن اور غریبوں کو کھانا کھلانا (اور دوسری عبادتیں) کیوں (ائمہ مجتہدین سے) منقول نہیں۔

دوسرے پیر کے دن روزہ رکھنے کی طرح (جس میں کہ ولادت ہوئی ہے ربیع الاول کی بارہ تاریخ بھی ہے۔ لہٰذا بارہ ربیع الاول کو بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔

نیز نعمتیں تو اور بھی بہت سی ہیں۔ مثلاً ہجرت، فتح مکہ، معراج وغیرہ، آپ نے ان کی علت سے کوئی عبادت کیوں نہیں (تجویز) فرمائی۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ علت اگر ہے تو عام نہیں ہے بلکہ اسی مقام کے ساتھ خاص ہے اور روزہ رکھنے کا اصل مدار وحی (یعنی حکم الٰہی) ہے باقی حکمت کے طور پر ولادت کو ذکر فرمایا، ورنہ دوسری نعمتوں کے دن بھی روزہ رکھنا چاہیئے اور اس دن بھی عید منانا چاہیئے

اور اگر اس پر کہا جائے کہ یوم ولادت کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل ہے تمام نعمتوں کی۔ پس ولادت اور ہجرت وغیرہ میں یہ فرق ہے اس فرق کی وجہ سے یہ تخصیص کی گئی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ حمل اس کی بھی اصل ہے اس کو اصل ٹھہرانا چاہیئے (اور زمانہ حمل کو بھی عید منانا چاہیئے۔

پھر حیرت اور تعجب یہ ہے کہ یوم ولادت (یعنی خاص پیدائش کے روز) یعنی پیر کے روز تو عید نہ کریں اور تاریخ ولادت یعنی ۱۲ ربیع الاول کو عید منائیں۔؟

پیر (سوموار) کے دن تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عبادت بھی کی ہے اور تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول میں تو کچھ بھی منقول نہیں۔ پس اس دلیل کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہر پیر (سوموار) کو عید کیا کریں (کیا ایسا کوئی کرتا ہے؟) غرض اس حدیث سے بھی عید میلاد النبی ثابت نہیں ہو سکتی۔[1]

ایک حدیث سے غلط استدلال اور اس کا جواب

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دوشنبہ (پیر) کے دن روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ اس دن میں روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ وُلِدْتُ فِیْہِ۔

یعنی یہ وہ دن ہے جس میں، میں پیدا ہوا ہوں۔ تو جب ایک عبادت یعنی روزہ رکھنا یوم ولادت ہونے کی وجہ سے حضور سے ثابت ہے تو ہم اس عبادت پر دوسری عبادتوں کو بھی قیاس کر کے اسی سے ثابت کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمیں اس میں کلام ہے کہ روزہ اس لیے رکھا تھا کہ یوم ولادت (پیدائش کا دن) ہے ممکن ہے روزہ اس لئے رکھا ہو کہ وہ پہلے سے فضیلت کا دن ہے اور یوم ولادت ہونا اسی فضیلت سے تجویز کیا گیا ہو۔ اور اس کی ایک دلیل بھی ہے وہ یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس روز میں نامۂ اعمال پیش ہوتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزہ

---

[1] وعظ السرور، مجمع البحور ص۱۵۴۔

کی حالت میں پیش ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوشنبہ (پیر کا دن) پہلے سے فضیلت والا ہے اور اسی وجہ سے اس میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی ہوئی۔ جیسے دسویں محرم کہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی لیکن وہ دن شہادت کی وجہ سے افضل نہیں ہوا بلکہ اس دن کے فضیلت والا ہونے کی وجہ سے اس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

اور اگر ثابت بھی ہو جائے کہ دوشنبہ میں فضیلت آپ کی پیدائش کی وجہ سے ہے تو زیادہ سے زیادہ تم بھی اسکی قدر کر لو جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (یعنی روزہ رکھ لو اور بس)۔

اور اگر قیاس اتنا ہی عام ہے تو چاہیئے کہ مکہ والے ہر دوشنبہ کو حج بھی کر لیا کریں کہ جب روزہ ثابت ہے حج کو بھی اس پر قیاس کر لیں۔ حضرات قیاس کرنا آپ کا کام نہیں، اگر قیاس ایسا سستا ہے تو غیر مقلدوں کو ہرگز بُرا نہ کہو! غیر مقلد صرف اسی کو نہیں کہتے جو اپنے کو غیر مقلد کہے بلکہ آج شرعی ضرورت کے بغیر جو لوگ قرآن و حدیث سے استخراج کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب غیر مقلد ہیں (اور بدعتی بھی ہیں) اور لطف یہ کہ سب سے زیادہ یہی (بدعتی) لوگ غیر مقلدوں کے دشمن ہیں۔[1]

یوم پیدائش ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن روزہ رکھنا

جن امور کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت ہے اس کو ضرور کرنا چاہیئے۔ مثلاً آپ نے اپنی ولادت کے دن روزہ رکھا اور فرمایا۔

---

[1] الوقت ملحقہ حقوق و فرائض ص۲۷۷۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ وُلِدْتُ فِيْهِ اس لیے ہم کو بھی اس دن روزہ رکھنا (یعنی سوموار کے دن روزہ رکھنا) مستحب ہو سکتا ہے۔

دوسرے پیر کے دن (یعنی سوموار کے دن) حق تعالےٰ کے روبرو نامۂ اعمال پیش ہوتے ہیں۔ پس یہ مجموعہ وجہ ہوگی اس حکم کی (یعنی روزہ رکھنے کی) اور اگر منفرداً بھی مانا جائے (یعنی اس وجہ سے روزہ رکھا جائے کہ اس دن آپ کی پیدائش ہوئی تھی) تب بھی صحیح ہے لیکن صرف اسی قدر اجازت ہوگی جتنا کہ ثابت ہے [1]

ابولہب کے قصہ سے استدلال اور اس کا جواب

اہل بدعت کا ایک استدلال اس حدیث سے ہو سکتا ہے (جس میں آیا ہے کہ) ابولہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سنی تو خوشی میں آکر ایک باندی آزاد کر دی تھی (اس وجہ سے) اس پر عذاب میں تخفیف ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولادت پر خوشی جائز اور برکت کا باعث ہے۔

اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ ہم نفس خوشی کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس پر تو ہر وقت عمل کرتے ہیں گفتگو تو اس خاص طریقہ میں ہے جس کو ایجاد کر رکھا ہے (کیا اس خاص طریقہ کا بھی اس حدیث سے کوئی ثبوت ہوتا ہے ؟) [2]

لوگوں نے یہ روایت تو سن لی ہے کہ ابولہب کی ایک باندی نے ابولہب کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر دی تو اس نے خوش ہو کر آزاد کر دیا۔ اس وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ دیکھو !

---

[1] اکمال الصوم والعید ملحقہ برکات رمضان ص۴۹۱۔ [2] السرور ص۱۲۸۔

ایمان واطاعت کے بغیر وہ خوشی تو کافی نہ ہوئی (اور اس خوشی کے بعد بھی نجات تو ان کو نصیب نہ ہوئی) [1]

سوال ۴۳۹ :- ایک بڑے عالم نے عید میلاد النبی کے متعلق یہ استدلال کیا ہے کہ جس لونڈی نے ابولہب جیسے معاند سرکش کو آپ کی ولادت باسعادت کا مژدہ سنایا تھا" اسے ابولہب نے فرط مسرت سے آزاد کر دیا۔ اس کے صلہ میں یوم ولادت یعنی ہر دوشنبہ کو اس پر عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے جب ایسے سرکش اور باغی کو اس مسرت کا یہ صلہ ملا، تو ہم گنہ گارانِ ملت کو بھی اس دن خوشی منانے میں ضرور اجر عظیم ملے گا۔

سوال یہ ہے کہ یہ روایت درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہے تو اس کا کیا جواب ہے ؟

الجواب :- جواب ظاہر ہے، اول تو وہ دفعی ومناجاتی (یعنی اچانک اور غیر اختیاری) خوشی تھی۔ اس پر قصدی واکتسابی واہتمامی خوشی (یعنی ایسی خوشی جو قصد وارادہ اور اپنے اختیار سے بتکلف واہتمام اختیار کی جائے، ایسی) خوشی کا (غیر اختیاری خوشی پر) قیاس کیسا ؟ (یہ تو قیاس مع الفارق ہے) ہم کو تو اس خوشی کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔

ہاں اس قیاس سے قطع نظر ہماری یہ خوشی بھی جائز ہوتی اگر دلائل شرعیہ منکرات کو منع نہ کرتے، اور ظاہر ہے کہ مباح وغیر مباح کا مجموعہ غیر مباح (یعنی ناجائز) ہوتا ہے [2]

---

[1] الوقت ملحقہ حقوق وفرائض ص۲۷۴۔ [2] امداد الفتاویٰ ص۲۵۴ ۵۔

عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ ولادت سے استدلال اور

اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حق تعالےٰ نے سورۂ مریم میں یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ — علیہ السلام کی ولادت کا قصہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ بیان کرنا بھی خاص اہتمام کے قابل ہے پس اس پر ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کو بھی قیاس کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے حَفِظْتَ شَیْئًا وَغَابَتْ عَنْكَ اَشْیَاءُ۔

آپ نے یہ تو دیکھ لیا کہ ان حضرات کی ولادت کا قصہ اہتمام سے بیان فرمایا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ کیوں اور کس حیثیت سے ذکر فرمایا۔؟ ان کے ولادت کے قصہ کو اہتمام سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی ولادت ایک عجیب طریقہ سے خرق عادت کے طور پر ہوئی ہے۔ یحییٰ علیہ السلام کے ماں باپ تو بوڑھے بہت تھے کہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے ان میں توالد وتناسل کی صلاحیت ہی نہ تھی۔

چنانچہ ارشاد ہے وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اس لیے ان کی ولادت عجیب تھی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، اس لیے ان کی — ولادت اس سے بھی زیادہ عجیب تھی۔ پس حق تعالےٰ نے ان دونوں قصوں سے قدرت اور توحید پر استدلال فرمایا ہے۔

یہ وجہ ہے ان قصوں کے اہتمام سے ذکر کرنے کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ عادت کے موافق ہوئی (اس لیے یہ قیاس کرنا صحیح نہیں)

(مجمع البحور، مواعظ میلاد النبی، وعظ السرور ص ۱۲۵ مطبوعہ لاہور)

مصلحت کے بہانہ سے بدعت کا ارتکاب جائز نہیں

یہ مصلحت کہ اس مجلس کی وجہ سے جاہل عوام الناس منہیات (یعنی ناجائز مجلسوں) سے رکتے ہیں۔ سو اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ ایک معصیت کو اس لیے اختیار کیا جائے تاکہ دوسرے معاصی سے حفاظت رہے تو اس مصلحت سے بدعت کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہوسکتی[1]

ترک معصیت (یعنی بدعت اور ناجائز کام سے بچانے) کے لیے معصیت (یعنی غلط طریقہ کو) اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ شروع ہی سے اس معصیت کے تقاضے کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً نظر بد کا علاج یہ نہیں ہے کہ ایک مرتبہ جی بھر کے دیکھ لیا جائے بلکہ اس کا علاج غض بصر (یعنی نگاہوں کو نیچی کرلینا) ہے گو سخت مشقت ہو[2]

دوسرے اگر عوام کے مذاق کی ایسی ہی رعایت کی جائے پھر تو اہل باطل کی جتنی بری رسمیں (اور غلط طریقے) ہیں ہر ایک کے مقابل رسمیں ہیں۔ ہر ایک کے مقابل وہی رسم اصلاح کر کے منعقد کرنا جائز ہوگا۔ پھر تو تعزیہ اور علم کی بھی کسی قدر اصلاح کر کے اجازت ہونا چاہیئے۔ اور مثلاً اصلاح یہ ہوسکتی ہے کہ تعزیہ کی پرستش اور اس پر چڑھاوا اور معازف (گانے باجے) وغیرہ نہ ہوں۔ صرف مکان کی تصویر ہو، اس کے ساتھ مباح اشعار ہوں اور مباح دُف ہوں۔ (تو کیا ان سب امور کی بھی اجازت ہوگی؟ اسی طرح تمام رسموں میں ایسا ہی کیا جاسکتا

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۳۲۰/۵ ۔ [2] انفاس عیسیٰ ص ۱۷۶/۱ ۔

ہے پھر تو ہر بدعت اور ہر رسم کی کچھ ترمیم کے بعد اجازت ہو جائے گی [1]

ایک صاحب علم کی بابت فرمایا کہ وہ جون پور میں ہر مہینہ خصوصًا محرم میں — دسویں کیا کرتے تھے اور اس کی حکمت یہ بتلاتے تھے کہ میں اس لیے کرتا ہوں، تاکہ لوگ شیعوں کی مجلس میں نہ جائیں۔

ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے بڑا اچھا جواب دیا کہ اگر ایسا ہی ہے — تو ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی بھی اسی نیت سے کرنی چاہئے تاکہ لوگ ان کے مجمعوں میں نہ جائیں [2]

ایک عالم صاحب نے محرم میں دسویں ایجاد کی تھی جس میں وہ شہادت نامہ پڑھواتے تھے۔ نیت تو ان کی یہ تھی کہ لوگ شیعوں کی مجلسوں میں شریک نہ ہوں۔ لیکن ان کا یہ مقصود بھی حاصل نہ ہوا، لوگ اس سے فارغ ہو کر شیعوں کی مجلسوں میں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میاں چلو! ان کمبختوں کے یہاں بھی دیکھ آئیں کیا ہو رہا ہے۔ یہ ہیں بدعت کی مصلحتیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر یہ مصلحتیں واقعی مصلحتیں ہیں تو خدا تعالےٰ نے ان مصلحتوں کی رعایت نہ کرنے کے باوجود یہ کیوں فرمادیا تھا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (کہ میں نے دین کو مکمل کر دیا ہے [3]

---

[1] امداد الفتاوی ص ۳۲/۵، [2] حسن العزیز ص ۳۲۹/۲، [3] النور ص۱۷۵ مواعظ عید میلاد النبی۔

بابِ ۹

شوکت اسلام کا شبہ

عید میلاد النبی بدعت اور شرک فی النبوۃ ہے

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ اس میں اسلام کی شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے تعزیرات ہند (ملک کی قانونی سزائیں) چھاپتے وقت دوگنا کر دیا کہ جس جرم میں چھ مہینے کی قید تھی وہاں ایک برس لکھ دیا اور بازپرس ہونے پر یہ جواب دے دیا کہ کیا حرج ہے اس میں گورنمنٹ کا رعب زیادہ ہوگا اور اس سے سلطنت میں استحکام ہوگا۔

اب بتلایئے اس نے جو سزاؤں میں اضافہ کیا وہ مقبول ہوگا یا نہیں؟ مردود ہوگا۔ بلکہ اس شخص پر مقدمہ قائم ہو جائے گا۔ کہ تم اپنے کو سلطنت (وحکومت میں) شریک (اور اپنے کو قانون ساز) سمجھتے ہو، خود قانون وضع کرتے ہو۔

اب بتلایئے کہ اگر کوئی شخص احکام شریعت میں کچھ اضافہ کرے، یا بدل دے تو وہ مجرم ہے یا نہیں ؟

صاحبو! (ذرا سمجھ سے کام لو، غور تو کرو) یہ تو شرک فی النبوۃ ہے (یعنی

نبوت میں اپنے کو شریک کرنا ہے) کیوں کہ ایسی مصلحتوں کا دیکھنا نبی کا کام ہے یہ وجہ ہے اس کے جرم ہونے کی۔ اب تو قانونی مثال سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ بدعات سے اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ یہ شرک فی النبوۃ ہے۔ شیطان بدعت سے بہت خوش ہوتا ہے کیوں کہ یہ سمجھتا ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو گناہ (اور غلط) تو سمجھتا ہے۔ مگر بدعت کو تو دین سمجھ کر کرتا ہے اور عمر بھر مبتلا رہتا ہے۔[1]

اسلام کی شوکت اسلامی احکام سے ہے

حضرات! اسلام کی تو وہ شوکت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں نے نیا لباس بدلنے کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ۔

ہم وہ قوم ہیں کہ خدا نے ہمیں اسلام سے عزت دی ہے لباس سے نہیں۔

صاحبو! اگر ہم سچے مسلمان ہیں تو ہماری عزت سب کے نزدیک ہے۔[2]

صحابہؓ کے طرز کو دیکھئے مدینہ کی سادی مسجد میں ٹوٹے ہوئے بوریوں پر بیٹھے ہیں اور حوصلہ اس قدر بلند ہے کہ روم و فارس کی سلطنت کی قسمت کے فیصلے کا مشورہ کر رہے ہیں۔[3]

حضرت خالدؓ ہامان ارمنی کی مجلس میں تشریف لے گئے وہاں ریشم کا فرش بچھا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس کو ہٹا دیا۔ ہامان نے کہا: اے خالد میں نے تمہاری عزت کی تھی لیکن تم نے اس کو قبول نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے

---

[1] الوقت ملحقہ حقوق وفرائض ص۴۷۶۔ [2] النور ص۱۲۳۔ [3] اصلاح الیتامیٰ ص۳۶۲۔

ہامان! تیرے فرش سے خدا کا فرش اچھا ہے، ہم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے استعمال کرنے سے منع فرمادیا ہے تو کیا اس ریشم کے ہٹا دینے سے ان کی شوکت کم ہوگئی۔؟ یا اور بڑھ گئی۔؟

مسلمانوں کی عزت یہی ہے کہ ہر موقع پر کہہ دیں کہ ہم کو فلاں کام سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔ مگر آج لوگ اسلام کے احکام ظاہر کرنے کو ذلت سمجھتے ہیں۔[1]

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ معمولی وضع میں رہتے تھے مگر گورنر صاحب وغیرہ ان سے سلام کرنے آتے تھے۔ (النور ص۱۲۳)

اسلام کو عارضی شوکتوں کی ضرورت نہیں

اسلام کو ان عارضی شوکتوں کی ضرورت نہیں۔

عید میلاد النبی ایک بادشاہ کی ایجاد ہے اس نے (اسلامی شوکت و غلبہ کو ظاہر کرنے کے لیے) عیسائیوں کے مقابلہ میں ایجاد کیا تھا۔ کہ جیسے ان کے یہاں بڑے دن کی خوشی ہوتی ہے اور رونق ہوتی ہے، اسی طرح ہم بھی کریں گے۔

اصل تو یہ ہے کہ اس بادشاہ کی یہ رائے ہی غلط تھی اسلام کو ان عارضی شوکتوں کی ضرورت نہیں (نیز کیا) مٹھائیاں تقسیم کر دینے سے یا چند آدمیوں کے جمع ہو جانے سے (غیر قوموں کا) مقابلہ ہو سکتا ہے۔[2]

اے حضرات غیر قومیں جن کے سامنے آپ یہ (ظاہری شان و شوکت

---

[1] النور ص۱۲۳۔ [2] النور ملحقہ مواعظ میلاد النبی ص۱۲۳۔

سجاوٹ، جلسہ جلوس) ظاہر کر رہے ہیں۔ ان میں آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ان کے برابر دولت آپ کے پاس کہاں ہے؟ اگر وہ بھی ضد کر لیں تو یقیناً آپ ان کے مقابلہ میں شرمندہ ہوں گے۔ اس لیے آپ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کیجیے اور کفار کا یہ نفسانی مقابلہ چھوڑ دیجیے۔ [1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے وقت میں بھی شوکت اسلام کی ضرورت تھی بلکہ اِس وقت سے زیادہ ضرورت تھی مگر ان حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بالکل امر مستحدث ہے اور جدید ہے (یعنی بدعت ہے شریعت میں) جس کی کچھ اصل نہیں۔ اور بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھ کر کیا جائے۔ [2]

اسلام کی سادگی ہی اسلام کا کمال ہے

یہود اپنی زینتیں دکھلائیں، نصاریٰ (عیسائی) اپنی زینتیں دکھلائیں، ہنود، اپنی زینتیں دکھلائیں اور ایک مسلمان پھٹا ہوا کرتہ پہن کر نکلے گا تو خدا کی قسم سب کی رونقوں کو مات کر دے گا۔

اے صاحب خدا نے آپ کو وہ حسن دیا ہے کہ آپ کو زینت کی حاجت ہی نہیں۔ اسلامی جلسوں کے لیے یہ حسن اور شرف کیا کم ہے وہ اسلام کی طرف حقیقی نسبت سے منسوب ہے۔

اسلامی مجلس تو ایسی ہونا چاہیے کہ دور سے دیکھ کر خبر ہو جائے کہ یہ

---

[1] اصلاح الیتامیٰ ملحقہ حقوق و فرائض ص۲۵۷۔ [2] السرور ص۱۶۶۔

اسلامی مجلس ہے، یہ کسی ناچ رنگ کی محفل یا تھیٹر کا اسٹیج نہیں ہے، باہر سے اسلامی مجلس بالکل سادہ ہو۔ اندر پہنچو تو صحابہ کا رنگ جھلکتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ بازاری عورتوں کی طرح گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوں، لباس نہایت پرتکلف اور ایک ایک چیز اور ہر ہر ادا سے رئیسوں جیسے تکبر نمایاں ہو، اور حقیقت کا پتہ نہیں۔ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ زیب و زینت وہ شخص کرتا ہے جس کے پاس مال ہے کمال نہیں ورنہ یہ بجائے مال کے اپنے کمال کا اظہار کرتا۔ اور اب کمال نہ ہونے سے مال کا اظہار کر رہا ہے۔ میں بقسم کہتا ہوں اگر قلب میں حقیقت ہے تو ظاہری آرائش سے نفرت ہوگی اور اگر حقیقت سے کورے ہیں تو ظاہری شان و شوکت سے اس کی لیپ پوت کریں گے۔ [1]

اسلاف کا طرز عمل

سلف کا طرز یہ تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس کے نصاریٰ (عیسائیوں) کے سامنے پیش کرنے کے لیے لے گئے۔ آپ پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ عرض کیا گیا کہ لباس بدل لیجیے تاکہ کفار کی نظر میں عزت ہو۔ فرمایا نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام ہم وہ قوم ہیں کہ خدا نے ہمیں اسلام سے عزت دی لباس سے نہیں دی۔ جب بیت اللہ کے قریب پہنچے تو پھر سب نے اصرار کیا کہ جوڑا اور سواری بدل لیجیے۔ آپ نے مسلمانوں کا دل توڑنا گوارہ نہ کیا اور منظور فرمالیا۔ ایک مانگے کا گھوڑا اور مانگے کا جوڑا

---

[1] اصلاح الیتامیٰ ملحقہ حقوق و فرائض ص۳۶۲۔

لایا گیا۔ یہ امیر المؤمنین ہیں جن کے پاس ایک اچھا جوڑا بھی نہ نکلا۔

اللہ اکبر! کیا سادگی تھی۔ خیر گھوڑے پر سوار ہو کر دو قدم چلے ہوں گے کہ گھوڑا فخر اور ناز سے مچل مچل کر چلنے لگا۔ آپ اسے روک کر فوراً اتر پڑے اور فرمایا کہ تمہارا بھائی عمر ہلاک ہو گیا ہوتا، کیوں کہ گھوڑے پر بیٹھ کر وہ دل ہی نہیں رہا۔ چنانچہ پھر اپنی پہلی ہی سادہ حالت میں پیش کیے گئے۔ نصاریٰ نے جب آپ کو دیکھا فوراً دروازہ کھول دیا۔

اللہ اکبر ! یہ تھی خلوص اور سادگی کی برکت، مسلمانوں کو اس حالت سے جھیپ نہ ہونی چاہیئے۔

حضرات یہ نمونہ تھا کام کرنے والوں کا یہ فیشن اور یہ وضع اور یہ شان شوکت ان حضرات میں کہاں تھی۔[1]

---

[1] اصلاح الیتامیٰ ملحقہ حقوق و فرائض ص ۳۶۲ ۔

باب ۱

عَظمتِ مُصطفیٰ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم

تمام مخلوق میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل سب سے برتر ہیں

یہ مسئلہ ایسا اجماعی اور ضروری مسلمات میں سے ہے جس پر استدلال کی بھی حاجت نہیں (اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں) مگر تبرکاً کچھ روایات لکھی جاتی ہیں۔

۱:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام اولین وآخرین میں زیادہ مکرم ہوں۔ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ)

۲:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس معراج کی رات میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جو ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہو۔ پس وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (سنن ترمذی)

۳:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، اور آسمان والوں یعنی فرشتوں پر بھی اور قرآن مجید سے اس پر استدلال کیا۔

ان سب روایات سے آپ کا تمام مخلوق میں سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حق تعالےٰ کے ارشاد سے بھی اور خود آپ کے ارشاد سے بھی اور ملائکہ کے ارشاد سے بھی [1]

زمین کا وہ حصہ جو آپ کے جسم مبارک سے متصل ہے عرش الٰہی سے افضل ہے

محققین علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ بقعہ (یعنی زمین کا وہ حصہ) جس سے جسم مبارک (صلے اللہ علیہ وسلم) مس کیے ہوئے ہے، عرش سے بھی افضل ہے کیوں کہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہٗ بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اگر بیٹھے ہوئے ہوتے تو بے شک وہ جگہ سب سے افضل ہوتی ہے۔ مگر خدا تعالےٰ مکان سے پاک ہیں اس لیئے عرش کو مستقر خداوندی نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ استواء علی العرش کے معنی استقرار کے نہیں ہو سکتے کیوں کہ بیٹھنے کی جگہ وہ بھی ہو سکتی ہے جو بیٹھنے والے سے زیادہ یا کم سے کم اس کی برابر تو ہو۔ مثلاً اگر ہم تخت یا کرسی پر بیٹھیں اور اس کے اوپر ایک تنکا پڑا ہوا ہو، تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم تنکے پر مستقر ہوئے کیوں کہ اس کو ہم سے کچھ بھی نسبت نہیں، اس لیئے وہ ہمارا مکان نہیں بن سکتا۔ پس اسی طرح عرش بھی خدا تعالےٰ کا مکان نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ اس کو حق تعالےٰ سے وہ نسبت بھی نہیں۔ جو رائی کے دانہ کو ہم سے ہے۔ اسی دلیل سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ استواء علی العرش کے معنی بیٹھنے کے ہرگز یہاں نہیں ہو سکتے۔

---

[1] نشر الطیب صـ۲۱۹ فصل ۳۱۔

(جب یہ ہے) تو عرش کو حق تعالےٰ کے استقرار کی وجہ سے (دوسری جگہوں پر فضیلت نہیں کہ بقعہ شریف (روضہ مبارک) سے وہ افضل ہوتا۔ بلکہ (عرش) کو صرف اس وجہ سے دوسری جگہوں پر فضیلت ہے کہ وہ ایک — حق تعالےٰ کی تجلی گاہ ہے اور ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون تجلی گاہ الٰہی ہوگا۔ پس اس حیثیت کے اثر سے بھی بقعہ شریفہ (روضۂ مبارک) خالی نہ رہا۔ اس لیے ہر طرح وہ جگہ جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، سب سے زیادہ اشرف ہوئی۔ کیوں کہ —— اس جگہ بواسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حق تعالےٰ کی تجلیات سب سے زیادہ فائض ہوتی ہیں۔ [1]

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ ہے کہ

جو شخص آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی مخلوق کے برابر قرار دے وہ کافر ہے ملعون ہے

ہمارا اور تمام مشائخ کا عقیدہ ہے کہ بے شک سیدنا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ افضل، ساری مخلوق میں سب سے زیادہ بڑے عالم ہیں۔

---

[1] الجور ملحقہ مجمع البحور صـ۲۳۱

جو شخص آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم اور بچے یا پاگل یا کسی مخلوق کے علم کو برابر قرار دے، یا یہ کہے کہ نعوذ باللہ ابلیس لعین (مردود) حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑا عالم ہے تو ایسا شخص کافر و ملعون ہے لعنۃ اللہ علیہ (ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے بشر پر قیاس کر کے

[تنقیص کرنا کفر ہے اور شان رسالت و عبدیت سے بڑھا دینا بھی کفر ہے]

جس طرح کمالات رسالت سے نعوذ باللہ آپ کی تنقیص کر کے دوسرے بشر پر آپ کو قیاس کرنا کفر یا بدعت ہے اسی طرح کمالات عبدیت سے آپ کو متجاوز قرار دے کر (یعنی آگے بڑھا کر) حق تعالے کے خواص سے منصف جاننا، یا کسی ایسے امر کا قائل ہونا شریعت میں جس کی نفی کی گئی ہے وہ بھی شرک یا معصیت ہے۔[2]

آپ کا فرمان ہے کہ مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ

میری تعریف میں غلو نہ کرو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ کو اتنا مت بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا (کہ الوہیت کے خواص کو ان کے لیے ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں سو تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو (الوہیت کو ثابت مت کرو)۔ (بخاری و مسلم)

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۳۲ ج۴ سوال ۵۲۲ ترجمہ از عربی تتمہ اول ص۳۲۔ [2] نشر الطیب ص۲۲۵ فصل ۳۲۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز کے اندر سہو ہو جانے کے متعلق) فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ سو جب میں بھول جاؤں مجھ کو یاد دلا دیا کرو۔[1] (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں، مجھ کو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے۔ سو جو کسی مؤمن مرد یا مؤمن عورت پر میں غصہ میں بد دعاء کروں، تو آپ اس بد دعاء کو اس شخص کے لیے تزکیہ اور تطہیر کر دیجئے۔

(روایت کیا اس کو احمد نے کذا فی الرحمۃ المہداۃ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بندہ ہیں، آپ کو بندہ ہی سمجھو، خدا نہ بناؤ۔ مگر ایسے بندہ ہیں جیسے ایک بزرگ کا مقولہ ہے:

"بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ بَلْ كَالْيَاقُوْتِ بَيْنَ الْحَجَرِ"

یعنی ہیں تو بشر مگر ایسے بشر ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت کہ وہ بھی پتھر ہی ہے مگر سب سے ممتاز۔ (المورود الفرشی ملحقہ مواعظ میلاد النبی ص۳۵۲)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شفقت

۱:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جامع الکمالات ہونا تو مسلم ہے، آپ تو تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہیں پھر کمالات اولیاء کے جامع کیوں نہ ہوں گے۔ (وعظ ارضاء الحق ملحقہ تسلیم و رضا ص۸۴)

---

[1] نشر الطیب ص۲۵۷ فصل ۳۲۔

۲:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی شخص افضل تو کیا ہوتا کوئی برابر بھی نہیں ہے آپ خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقبول ——— (و محبوب بندہ) ہیں۔ (وعظ قطع التمنی ملحقہ تسلیم و رضا ص۶۰۹)

۳:- حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دنیا میں کوئی شفیق نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ انسان اپنا شفیق ہوتا ہے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مومنین کے ساتھ ان کے نفوس سے بھی زیادہ (شفقت و ہمدردی) کا تعلق ہے
(وعظ وحدۃ الحب ملحقہ تسلیم و رضا ص۲۲۲)

آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ اخوۃ و ہمدردی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض حیثیت سے) میرے ساتھ زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل (یعنی اپنے گھر والوں، بیوی، بچوں) کے عوض مجھ کو دیکھ لے۔

(روایت کیا اس کو مسلم نے، کذا فی المشکوٰۃ)

فائدہ:- یعنی اگر اس سے یہ کہا جائے کہ اگر سب اہل و مال سے دست بردار ہو، تو (حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی) زیارت میسر ہو جائے گی۔ تو وہ اس پر دل و جان سے راضی ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم تو میرے دوست ہو، اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی نہیں آئے (یعنی بعد میں پیدا ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے کذا فی المشکوٰۃ)

فائدہ:- چونکہ دوست کے ساتھ محبت کی ابتداء صحبت ہی سے (یعنی ساتھ رہنے سے) ہوتی ہے اور بھائی سے محبت کا ہونا رویت وصحبت (یعنی دیکھنے اور ساتھ رہنے سے) مقید نہیں (بغیر دیکھے بھی بھائی سے محبت ہوتی ہے) پس صحابہ کو دوست اور بعد میں آنیوالوں کو بھائی اس وجہ سے فرمایا کہ صحابہ کی محبت کا وقوع رویت (یعنی دیکھنے) سے ہوا۔ اور بعد والوں کی محبت کا وقوع بے دیکھے ہوا ——— اور اس سے صحابہ پر غیر صحابہ کی فضیلت محبت میں لازم نہیں آتی کیونکہ یقیناً صحابہ کی ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے، جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے [1]

---

[1] نشر الطیب ص۲۲۹ فصل ۳۴۔

باب ۱۱

حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محبت کے تین اسباب

کسی سے محبت تین وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک محبوب کا کمال جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے، بہادر شخص سے محبت ہوتی ہے۔ دوسرے جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔ تیسرے نوال یعنی عطا و احسان جیسے اپنے منعم و مربی سے محبت ہوتی ہے۔ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف علی سبیل الکمال (یعنی پورے طور سے) جمع ہیں ——— تو خود اس کا طبعی مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر شرعی حکم نہ ہوتا تب بھی آپ کے ساتھ امت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونی چاہئے اور پھر جب کہ شرعی نصوص بھی اس کے وجوب کے موجود ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری، مسلم)

یعنی اگر میری مرضی اور دوسروں کی مرضی میں مزاحمت ہو تو جس کو ترجیح دی

جائے اسی کے زیادہ محبوب ہونے کی یہ علامت ہو گی [1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں

نصوص (قرآن و حدیث) میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور ادائے حق کے معنی یہ ہیں کہ تمام حقوق ادا کیۓ جائیں۔ اگر ایک حق ادا کیا اور ایک نہ کیا۔ اس سے حق ادا نہیں ہوتا۔

ضرورت اس کی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچانے جائیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین حقوق ہیں۔ ایک حق اطاعت۱، ایک حق محبت۲ ایک حق عظمت۳ [2]

لوگوں کی تین قسمیں

اس وقت تین قسم کے لوگ ہیں۔ زیادہ تر ایسے لوگ ہیں کہ ان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زبانی فضائل بیان کرنے کو کافی سمجھتے ہیں، نہ اطاعت سے بحث ہے، نہ ان کے دل میں حقیقی محبت ہے، نہ تعظیم ہے ——— زیادہ حصہ ایسے ہی لوگوں کا ہے کہ جو صرف زبانی محبت کو کافی سمجھتے ہیں، نہ ان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی خبر، نہ حقیقی محبت کی خبر۔ بس اس کو کافی سمجھتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کر لیا جائے۔ باقی جتنا اہتمام ذکر کا

---

[1] نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۲۳۱ ۔ [2] ذکر الرسول ۱، التبلیغ ص۱۳)

ہوتا ہے، اطاعت کا نہیں ہوتا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اطاعت کرتے تو علماء سے رجوع کرتے، ان سے دین کے مسائل پوچھتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا طریقہ دریافت کرتے، ان سے احکام کی تحقیق کرتے۔ مگر دیکھا جاتا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں۔

سو زیادہ تر لوگ اسی قسم کے ہیں۔ اس لیے اس کی ضرورت ہے کہ اس غلطی کو دور کیا جائے۔[1]

حقوق کی تفصیل

علم کی کمی سے مختلف قسم کی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض لوگ ایک حق کو اور بعض دوسرے کو اور بعض لوگ تیسرے حق کو ادا کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا۔ حالانکہ ادائے حق کے معنی یہ ہیں کہ تمام حقوق کی رعایت کی جائے۔

مثلاً باپ کا حق یہ ہے کہ اس کا ادب بھی کرے، اطاعت بھی کرے، اس کے لیے دعا بھی کرے، اس کی تعظیم بھی کرے۔ اگر اس کو ضرورت ہو تو خدمت بھی کرے (جان سے بھی، مال سے بھی)۔

اور مثلاً بادشاہ کا حق یہ ہے کہ اس کا ادب کرے، اس کے احکام کو مانے اس کی عظمت دل میں ہو، اس کی اطاعت کرے۔ اب اگر کوئی شخص اس کی تعظیم نہ کرے یا احکام کو نہ مانے، تو اس نے بادشاہ کا حق ادا نہیں کیا۔ مثلاً بادشاہ کی تعظیم و تکریم تو اس طرح کرتا ہے کہ پچھلے پاؤں ہٹتا ہے (بادشاہ

کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرتا، مگر قانون کے خلاف کرتا ہے، قانون کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہاں زبان سے بادشاہ کی مدح و ثنا (یعنی تعریف) خوب کرتا ہے اور اس کے متعلق مختلف جلسوں میں خوب تقریریں کرتا ہے اور اگر کوئی اس کو سمجھاتا ہے تو جواب میں یہ کہتا ہے کہ جو میں کر رہا ہوں میرے نزدیک ادائے حق یہی ہے۔

ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اس عذر کو قبول نہ کرے گا بلکہ بادشاہ کا رعایا پر سب سے بڑا حق یہی ہے کہ اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ یہ تو ادائے حقوق کی حقیقت ہے۔

اس کے بعد سمجھئے کہ حقوق میں فرق ہوتا ہے۔ باپ کا اور حق ہے، ماں کا اور، بیوی کا اور، بیٹے کا اور، بہن کا اور، رسول کا اور، یہ قاعدہ سب میں مشترک ہے اور ادائے حقوق اسی وقت کہیں گے جب سب حقوق ادا کئے جائیں۔ مثلاً باپ کا حق یہ تھا کہ اس کی تعظیم بجا لاتا۔ اطاعت کرتا۔ اس کی خدمت کرتا۔ اس کی تعریف کرتا۔ دعا کرتا۔ ادب سے گفتگو کرتا۔

مگر بیٹے کی حالت یہ ہے کہ نہ اس کی تعظیم کرتا ہے، نہ اطاعت کرتا ہے نہ دعا کرتا ہے، ہاں مجمع میں باپ کی تعریف خوب کرتا ہے تو کیا اس کو کہا جائے گا کہ وہ باپ کا حق ادا کرتا ہے؟ اگر باپ کہتا ہے کہ بیٹا اٹھ کر پانی دے، تو جواب دیتا ہے کہ میں نے آپ کی بہت سی تعریفیں کر دی ہیں اور اب مجھے — اطاعت کی ضرورت نہیں، میں خدمت نہیں کروں گا۔ ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند آدمی اس کو ادائے حق نہ کہے گا۔ اسی طرح اور حقوق میں بھی سمجھ لیجئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض حق ادا کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق ہیں تو ان کا ادا کرنے والا وہی شخص سمجھا جائے گا جو سب حقوق ادا کرے اور کسی شخص کے اس طرز کو کافی نہ

---

[1] ذکر الرسول۔ التبلیغ ۱ ص ۱۴۰ ۔

سمجھا جائے گا کہ ایک حق کو تو ادا کرے اور باقی کو چھوڑ دے۔[1]

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اطاعت کی جائے

محبت بے شک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بڑا حق ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ بھی ضرور ہے کہ ذکر مبارک کیا جائے مگر اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اطاعت کی جائے، تعظیم بھی کی جائے۔ چنانچہ دنیا میں بھی جس سے محبت اور خلوص ہوتا ہے اس کا کہنا مانا جاتا ہے، دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے، خود اس کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ کیا جائے، خواہ اس کو خبر ہو یا نہ ہو (کیوں کہ) محبت سے غرض یہ ہوتی ہے کہ محبوب کا دل ٹھنڈا ہو اسے راحت ہو، اور یہ محبت کیسی ہے کہ اپنے محبوب کو تکلیف پہنچائی جائے۔

سب جانتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کیا اور فلاں نے یہ کیا۔ کوئی شراب پیتا ہو، رشوت لیتا ہو، فسق فجور میں مبتلا ہو۔ سب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی جاتی ہے۔

(ظاہر ہے کہ اس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کو کتنی تکلیف پہونچتی ہوگی) یہ محبت کیسی ہے جس میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تکلیف پہونچائی جارہی ہے۔

یہ تقریر تو اس وقت تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں، عظمت، اطاعت، محبت۔ لیکن اگر کوئی شخص تینوں حق کو جدا نہ سمجھے بلکہ

---

[1] ذکر الرسول، التبلیغ ص ۱۲-۱۳۔

صرف ایک محبت ہی کو سمجھے۔ تب بھی میں کہتا ہوں کہ صرف محبت ہی ایک ایسا حق ہے جو دوسرے حقوق (یعنی عظمت اور اطاعت) کو مستلزم ہے یعنی سچی محبت ہوگی تو عظمت بھی ہوگی اطاعت بھی ہوئی۔ مگر لوگوں نے صرف اتنا یاد کرلیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں اس کے بعد پھر کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔[1]

تبرکات کی زیارت

تبرکات کی زیارت جس میں اکثر عوام کا مجمع زیادہ ہوتا ہے اس میں بھی بہت بے احتیاطیاں ہوتی ہیں۔

۱:- بعض جگہ تو تبرکات ہی بے اصل ہیں۔ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کرنا کس قدر وعید (اور گناہ) کا ذریعہ ہے، بلکہ بعض تبرکات کے غلط ہونے پر دلیل عقلی یا نقلی شہادت دیتی ہے چنانچہ قدم شریف کے قصہ کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے

البتہ جہاں کوئی مکذّب (یعنی جھٹلانے والی) دلیل نہ ہو تو پھر ہم کو تکذیب (یعنی اس کو جھوٹا اور غلط کہنے) کی حاجت نہیں۔ خصوصاً جہاں قرائن سے صدق غالب ہو وہ ظنًّا تبرک ہے گو یقیناً نہ سہی کیوں کہ یقین کے دلائل مفقود ہیں۔

۲:- (ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ) زیارت کرانے پر معاوضہ لیا جاتا ہے۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ ایسے امور پر معاوضہ لینا رشوت اور

---

[1] ذکر الرسول ملحقہ التبلیغ ۱۔

حرام ہے۔

۳:۔ زیارت کے وقت اکثر مردوں عورتوں کا اختلاط (اور اجتماع) جسم کے لحاظ سے یا نظر کے لحاظ سے ہوجاتا ہے۔

۴:۔ بعض تبرکات کی زیارت کرانے کے وقت عوام کے مجمع میں۔ اشعار ندائیہ پڑھے جاتے ہیں اور ہیئت بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سی بنائی جاتی ہے جس سے عوام حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے رونق افروزی کا وہم ہوتا ہے۔

۵:۔ اس کا اہتمام فرائض وواجبات میں بلانے (کی طرح بلکہ اس سے بھی) زیادہ ہوتا ہے اور جو محتاط رہے اس کو ملامت کا نشانہ بناتے ہیں، یہ صریح حدود سے تعدّی (اور زیادتی) ہے — مناسب یہ ہے کہ اس ہیئت سے زیارت نہ کی جائے بلکہ خلوت میں (یعنی تنہائی میں) رسوم کی پابندی کے بغیر زیارت سے مشرف ہوجائے۔

اور کبھی کبھی وقت کی تعیین کے بغیر بطور خدمت کے تبرکات کے خادم کی خدمت میں کچھ پیش کر دیا کرے اس کا مضائقہ نہیں [1]

---

[1] اصلاح الرسوم ص ۱۵۶۔

باسمہٖ تعالیٰ

ایک علمی وتحقیقی مفید کام

اکابر علماء کی نظر میں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

فاضل عزیزی مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افاداتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے تحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی دیوبندی حلقہ کیطرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کیطرف سے بھی شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں

ابوالحسن علی ندوی

(دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی)

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی (جامعہ عربیہ ہتورا باندہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندو پاک میں کام ہو رہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی دو درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ (خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

واقعہ یہ ہے کہ آپ کی توجہ اس قدر مفید بلکہ نہایت اہم کام کی طرف مبذول ہوئی ہے کہ اس کیلئے خداوندی رہنمائی اور ذکاوت نافعہ کے بغیر آمادگی نہیں ہوسکتی تھی یہ محض اللہ کا فضل ہے ہوسکتا ہے کہ ناواقف کی نظر میں یہ کام اتنا اہم نہ ہو جتنا فی نفسہٖ ہے لیکن حقیقۃً کسی بڑے تحقیقی وعلمی کام سے کم اہم نہیں۔

برہان الدین سنبھلی

فہرست مطبوعات

ادارۂ افادات اشرفیہ ہتورا باندہ (یوپی) برائے ۱۹۹۶ء

افادات: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ترتیب: مفتی محمد زید مظاہری ندوی،

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت		نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	
		پیسے	روپے			پیسے	روپے
۱	العلم والعلماء	۰۰	۶۰	۱۶	مروجہ سیاست کے شرعی احکام	۰۰	۱۵
۲	دعوت و تبلیغ کے اصول و احکام	۰۰	۶۰	۱۷	غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام	۰۰	۲۰
۳	اسلامی شادی مکمل	۰۰	۹۰	۱۸	اسلامی حکومت و دستور مملکت	۰۰	۱۴۰
۴	احکام الدعاء والوسیلہ	۰۰	۳۰	۱۹	استاد و شاگرد کے حقوق اور تعلیم و تربیت کے طریقے	۰۰	۳۰
۵	اصلاح خواتین	۰۰	۵۰	۲۰	علوم و فنون اور نصاب تعلیم	۰۰	۲۵
۶	احکام پردہ عقل و نقل کی روشنی میں	۰۰	۳۰	۲۱	عوام کی اصلاح کے طریقے	۰۰	۲۵
۷	تربیت اولاد	۰۰	۲۵	۲۲	احکام مناظرہ	۰۰	۲۵
۸	حقوق معاشرت (تحفۂ زوجین)	۰۰	۳۵	۲۳	فقہ حنفی کے اصول و ضوابط	۰۰	۴۵
۹	اشرف العملیات مع اعمال قرآنی	۰۰	۱۰۰	۲۴	آداب افتاء و استفتاء	۰۰	۴۰
۱۰	اسلامی تہذیب اور آداب زندگی	۰۰	۴۰	۲۵	اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ	۰۰	۳۰
۱۱	آداب خط و کتابت	۰۰	۱۵	۲۶	مال و دولت کی اہمیت اسلام کی نظر میں	۰۰	۳۵
۱۲	احکام شب برأت	۰۰	۱۵	۲۷	احکام المسجد	--	۲۸
۱۳	سود، رشوت، قرض کے شرعی احکام	--	۱۵	۲۸	حقوق المال (مال خرچ کرنے کے طریقے)	۰۰	۳۰
۱۴	مذہب و سیاست	۰۰	۳۰	۲۹	کلنڈر و جنتری کے شرعی احکام	۰۰	۲۵
۱۵	آداب تقریر و تصنیف	۰۰	۵۰	۳۰	عورتوں کی تعلیم کے مسائل	۰۰	۷
	مسنون دعائیں	۰۰	۱۷		احکام الزکوٰۃ والصدقہ		زیر طبع
	مناجات مقبول جدید مع رسائل مفیدہ		زیر طبع		احکام رمضان المبارک مکمل		〃
	عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت		〃		احکام الصلوٰۃ		〃